ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
17
22 تا 28 جمادی الاولیٰ 1432ھ/26 اپریل تا 2 مئی 2011ء

ترقیٔ معکوس

قرآن حکیم نے مسلمانوں کو ''اُمتِ وسط'' کا لقب عطا فرمایا مگر ہماری بدقسمتی کا یہ عالم ہے کہ دنیا کی دوسری اقوام اپنے اوپر بین الاقوامیت کا لیبل چڑھا رہی ہیں اور ہم مسلمان زینہ بہ زینہ نیچے اترتے ہوئے لسانی، صوبائی، قومیتی، علاقائی اور مسلکی دائروں میں سمٹتے جا رہے ہیں۔ قرونِ اولیٰ میں فارس کے سلمان ؓ، حبش کے بلال ؓ، روم کے صہیب ؓ، قرن کے اویس ؒ، بسطام کے بایزید ؒ، بغداد کے جنید ؒ، ہجویر کے سید علی ؒ، اجمیر کے خواجہ معین الدین ؒ اس امت کے دامن میں جذب ہوتے چلے گئے۔ نہ براعظم کا اختلاف آڑے آیا، نہ علاقے کا فرق محسوس ہوا، نہ رنگ رکاوٹ بنے اور نہ نسلیں دیوار ٹھہریں، لیکن اب نوبت بایں جا رسید کہ ہم اپنے بھائی بندوں کو وارننگ دیتے نظر آتے ہیں کہ تم لاکھ ہمارا بننے کی کوشش کرو، تم ہمارے نہیں ہو اور ہم تمہیں اپنا نہیں مانتے۔ کیوں؟ اس لیے کہ تم سندھی ہو یا پنجابی ہو، تم مہاجر نہیں کہلاتے یا پختون بن کر نہیں رہتے، تم بلوچ ہو یا سرائیکی ہو۔ ہم تمہیں قبول کریں گے جب تم اپنا سنی، شیعہ، مقلد، غیر مقلد ہونا ثابت کرو گے۔ اسے کہتے ہیں ''رجعت قہقری'' یا ''ترقیٔ معکوس''۔ اسلام نے قبائلی عہد سے آغاز کیا اور اپنے پیروکاروں کو بین الاقوامی سرحد پر پہنچا دیا اور مسلمان (الا ماشاء اللہ) شاہراہ کو چھوڑ کر پگڈنڈیوں تک آ گئے ہیں۔ یہ سب کیا دھرا ہے ادھوری سوچ، بانجھ فکر، لولی لنگڑی سیاست اور دم کٹی ذہنیت کا جس نے بونوں، ٹھگنوں اور بالشتیوں کو حادثاتی طور پر سیاسی چسکا لگا دیا ہے۔ اب وہ خود تو اونچا اور بڑا بننے سے رہے، الٹا عوام کے ٹخنے اور ایڑیاں پکڑ کر انہیں نیچا کرنے اور چھوٹا بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔

وحدت ملی
خورشید احمد گیلانی

اس شمارے میں

آزادیٔ نسواں کے علمبرداروں کا تعصب

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی دینی و قرآنی خدمات

انقلابی جدوجہد کے مراحل

پردہ اور مغربی ممالک

فضائل خلفائے راشدین

اندرونی خطرات ٹلتے کیوں نہیں؟

شکریہ انکل سام!

وارثانِ منبر و محراب! ہوش کیجیے

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

سورۃ التوبہ

(آیات: 113 تا 117)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ وَمَا كَانَ
اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ۝ وَمَا كَانَ اللّٰهُ
لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يُحْيٖ
وَيُمِيْتُ ۭ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَي النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ
مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

''پیغمبر اور مسلمانوں کو شایاں نہیں کہ جب ان پر ظاہر ہو گیا کہ مشرک اہل دوزخ ہیں، تو ان کے لئے بخشش مانگیں گو وہ ان کے قرابت دار ہی ہوں۔ اور ابراہیمؑ کا اپنے باپ کے لئے بخشش مانگنا تو ایک وعدے کے سبب تھا جو وہ اس سے کر چکے تھے۔ لیکن جب ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے۔ کچھ شک نہیں کہ ابراہیمؑ بڑے نرم دل اور متحمل تھے۔ اور اللہ ایسا نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ کر دے جب تک ان کو وہ چیز نہ بتا دے جس سے وہ پرہیز کریں۔ بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ اللہ ہی ہے جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ وہی زندگی بخشا اور (وہی) موت دیتا ہے اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے۔ بے شک اللہ نے پیغمبر پر مہربانی کی اور مہاجرین اور انصار پر جو باوجود اس کے کہ ان میں سے بعضوں کے دل جلد پھر جانے کو تھے، مشکل کی گھڑی میں پیغمبر کے ساتھ رہے، پھر اللہ نے ان پر مہربانی فرمائی۔ بے شک وہ ان پر نہایت شفقت کرنے والا (اور) مہربان ہے۔''

اس آیت میں اللہ نے واضح فرمادیا کہ نہ تو نبی ﷺ کے لیے اور نہ اہل ایمان کے لیے جائز ہے کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں یعنی بخشش مانگیں خواہ وہ ان کے قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں۔ جبکہ اُن پر یہ بات واضح ہو چکی ہو کہ مشرکین جہنمی ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے حق میں بخشش کی دعا کی تھی، مگر یہ دراصل ایک وعدے کی بنیاد پر تھی جو انہوں نے اپنے باپ سے کیا تھا جب اُس نے ان کو گھر سے نکالا تھا۔ (اس کی تفصیل سورۃ مریم میں آئے گی) چنانچہ وہ وعدہ نبھاتے ہوئے اپنے باپ کے لیے دُعا کرتے رہے۔ جب تک وہ زندہ رہا اس امید پر یہ دُعا کرتے رہے کہ شاید اللہ اس کو ہدایت دے دے اور وہ ایمان لے آئے۔ لیکن جب اُس کی موت واقع ہو گئی تو انہوں نے استغفار بند کر دیا، کیونکہ اب معلوم ہو گیا کہ وہ کفر پر اڑا ہوا تھا اور موت کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو گیا۔ اور جب ان پر یہ بات روشن ہو گئی کہ میرا باپ تو اللہ کا دشمن ہے تو انہوں نے اس سے اعلان بیزاری کر دیا۔ یقیناً ابراہیمؑ بہت درد دل رکھنے والے اور بہت حلیم الطبع تھے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ کسی قوم کو گمراہ کر دے اس کے بعد کہ انہیں ہدایت دی ہو جب تک وہ چیز واضح نہ کر دے جس سے بچنا چاہیے یعنی جب تک یہ آیت قرآن میں نازل نہ ہوئی تھی اُس وقت تک اگر کسی مسلمان نے کبھی اپنے مشرک ماں باپ کے لئے دعا کی تو اللہ نے اس کی معافی کا اعلان فرمادیا ہے، کیونکہ ابھی اس بات سے آگاہ نہیں کیا گیا تھا' کہ اہل ایمان کے لئے روا نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر شے کا جاننے والا ہے۔

یقیناً آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے، وہی زندہ رکھتا ہے اور وہی موت وارد کرتا ہے اور تمہارے لئے اللہ کے سوا نہ کوئی حمایتی ہے اور نہ مددگار۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر اور مہاجرین وانصار پر شفقت فرمائی جنہوں نے اُن کا ساتھ دیا اور اس مشکل گھڑی میں ان کی پیروی کی۔ غزوۂ تبوک کو جیش العُسرۃ بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ خوراک کی سخت کمی تھی، قحط کا سماں تھا، اور یہ وقت مسلمانوں کی سخت آزمائش کا تھا۔ اس کڑے وقت میں جن لوگوں نے آپؐ کا ساتھ دیا اور ثابت قدم رہے، باوجود اس کے کہ ان میں سے بعضوں کے دل جلد پھر جانے کو تھے (یہ صورت حال بربنائے طبع بشری تھی جیسا کہ غزوۂ احد میں بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے بارے میں عارضی طور پر تھوڑی سی کمزوری آگئی تھی) اللہ نے ان پر مہربانی فرمائی۔ یقیناً وہ ان کے حق میں مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

فرمان نبوی

تواضع اور عاجزی اختیار کرو

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((إِنَّ اللّٰهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَبْغِيَ أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ وَلَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ)) (ابوداؤد)

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل فرمائی کہ تم لوگ تواضع اختیار کرو، یہاں تک کہ کوئی شخص دوسرے پر زیادتی نہ کرے اور نہ ہی کوئی ایک دوسرے پر فخر کرے۔''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آزادیٔ نسواں کے علمبرداروں کا تعصب

فرانس میں مسلمان خواتین کے برقع اور نقاب اوڑھنے پر پابندی کے قانون کے نفاذ کے بعد سے بیسیوں خواتین کو گرفتار کیا جا چکا ہے۔ اس قانون کے تحت عوامی مقامات پر مسلمان خواتین کے چہرہ چھپانے کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ بصورت دیگر انہیں 150 یورو جرمانہ ادا کرنا ہوگا۔ نقاب اوڑھنے کی صورت میں انہیں کوئی بھی شہری روک کر یہ کہہ سکے گا کہ وہ اپنا نقاب ہٹائیں اور چہرہ دکھائیں ورنہ مطالبہ کرنے والا پولیس کو طلب کر سکے گا، جو مسلمان خاتون کو جرمانہ کرے گی۔

پردے پر پابندی کا قانون بنیادی انسانی آزادیوں، مذہبی آزادی اور بنیادی حقوق کے یکسر منافی ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ مذہبی جبر اور امتیاز پر مبنی یہ قانون یورپ کے اس ملک میں نافذ کیا گیا ہے جسے جمہوریت کے جنم بھومی کی حیثیت حاصل ہے۔ جمہوریت بنیادی طور پر سیکولر نظام ہے۔ اس نے 200 سال قبل فرانس میں جنم لیا تھا، تب اس کا مقابلہ کلیسا اور پاپائی نظام سے تھا۔ یہ عیسائی جبر اور شاہی استحصال کے خلاف بغاوت تھی۔ آج یہ سیکولر جمہوری نظام لبرل فاشزم کی صورت میں اسلام اور اسلامی تہذیب پر حملہ آور ہے۔ مغربی جمہوریت میں جس بات پر بہت زور دیا جاتا ہے وہ شخصی آزادیوں کا تحفظ ہے، جمہوریت نے مذہبی رواداری کو بھی اپنا حصہ بنایا ہے، مگر حالیہ قانون سازی نے جمہوریت کے متعلق علامہ اقبال کی اس حقیقت بیانی پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے کہ ؎

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام　　　چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

اگر غور کیا جائے تو اس قانون سازی کا محرک بدیہی طور پر کوئی سماجی مسئلہ نہیں، درحقیقت یہ قانون مذہبی امتیاز اور دہرے معیارات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ اسلام کے خلاف صلیبی تعصب کا مظہر اور اسلامی تہذیب کے خلاف مغربی تہذیب کی کھلی جارحیت ہے۔ اس قانون سازی کے حق میں کوئی معقول دلیل پیش نہیں کی جا سکتی۔ یہ دلیل دی جاتی ہے کہ نقاب میں خواتین کا باہر نکلنا خواتین و حضرات کے حقوق کے منافی ہے۔ جب ایک عورت نقاب میں آتی ہے تو وہ اُس معاشرے کے خلاف جارحیت کی مرتکب ہوتی ہے جو اُسے لباس اور حجاب بلکہ حیا سے بھی عاری دیکھنا چاہتا ہے۔ حالانکہ یہ ایک بالکل بھونڈی دلیل ہے۔ اس لیے کہ اگر ایک عورت اپنے آپ کو اخلاق باختہ لوگوں کی ہوس ناک نگاہوں سے بچانا چاہتی ہے تو یقیناً یہ اس کا حق ہے کہ اُسے برقع یا نقاب سے نہ روکا جائے، بالکل اسی طرح جیسے یورپ، امریکہ، روس اور لاطینی امریکہ کے 28 شہروں سمیت فرانس میں لاکھوں افراد بے لباس رہتے ہیں، مگر اس پر کوئی قدغن نہیں، یہ ان کا حق خیال کیا جاتا ہے۔ فرانس کے چار ساحلی شہروں اور کئی درجن ساحلی تفریحی مقامات پر تفریح کے لیے جانے والے کو بے لباس ہونا پڑتا ہے۔ اس لیے کہ لباس سے بے لباسوں کے حق برہنگی کو ٹھیس پہنچے گی۔ فرانسیسی حکومت، انتظامیہ، عدلیہ اور دانشوروں کا یہ دوغلا پن حیران کن ہے کہ وہ ایک جانب پردے، حجاب، اسکارف اور نقاب جیسے اعلیٰ اخلاق و کردار کو برداشت کرنے کو تیار نہیں تو دوسری طرف لباس سے بے نیازی پر مشتمل فرانسیسی معاشرے کی بدکرداری اور خباثت کو برداشت کر رہے ہیں، جو یقیناً قابل مذمت فعل اور ناقابل برداشت عمل ہے۔ آزادی نسواں اور شخصی آزادی کے مغربی ٹھیکیدار خواتین کی آزادی کا اصل مقصد یہ بتاتے ہیں کہ عورت کو اپنی زندگی پر اختیار حاصل ہو، کہ جیسے چاہے بسر کرے، اُسے لباس اور تولیدی حقوق حاصل ہوں۔ مگر حیرت ہے کہ جب ایک مسلمان عورت اپنی آزاد مرضی سے اور اپنے حق کے تحت نقاب اوڑھتی ہے تو وہ سیخ پا ہو جاتے ہیں۔ اُن کی تہذیب، رواداری، شائستگی اور آزادیٔ نسواں کے نعرے ہواؤں میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔

یہ بات بھی حیران کن اور افسوس ناک ہے کہ ہمارے ہاں خواتین کو لباس حیا سے آزاد کرنے اور اسلامی تہذیب و اقدار سے برگشتہ کرنے کے بیرونی ایجنڈا پر کام کرنے والی این جی اوز نے اس اقدام پر کوئی صدائے احتجاج بلند

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ　لاہور

ندائے خلافت

22 تا 28 جمادی الاولیٰ 1432ھ　جلد 20
26 اپریل تا 2 مئی 2011ء　شمارہ 17

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
ایوب بیگ مرزا　محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا.................. (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

نہیں کی۔ عورتوں کی آزادی اور حقوق کے نام نہاد دعویدار سوات میں زنا کے الزام کے تحت ایک عورت کو کوڑے مارنے کی جعلی ویڈیو پر آسمان سر پر اُٹھا لیتے ہیں اور اسلامی سزاؤں کے خلاف گھناؤنا پروپیگنڈا شروع کر دیتے ہیں۔ مگر فرانس میں مسلمان خواتین کے دینی حقوق اور بنیادی آزادی کا گلہ گھونٹنے پر اُن کے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگتی۔ غیر ملکی امداد اور بیرونی ایجنڈے پر چلنے والی رسوائے زمانہ غیر سرکاری تنظیموں کے کرتا دھرتا اور ہمارے ہاں کی بگڑی ہوئی اسلام بیزار عورتیں امارت اسلامی افغانستان میں ستر و حجاب سے متعلق قانون کے نفاذ پر طالبان کو حقوق نسواں کے دشمن، وحشی، جنونی، انتہا پسند اور نہ جانے کن کن القابات سے نوازتی رہی ہیں، مگر فرانس کی اس ریاستی صلیبی انتہا پسندی پر اُن کی زبانیں گنگ ہیں۔ انہیں سانپ سونگھ گیا ہے۔ انہیں مسلم خواتین کے پردے کے حق کی پامالی پر دو حرف کہنے کی بھی توفیق نہیں ہوئی۔

ہم سمجھتے ہیں کہ نقاب پر پابندی سے جمہوری لبادے میں مغرب کا لبرل فاشزم بے نقاب ہو گیا ہے۔ اس سے واضح ہو گیا ہے کہ انسانی آزادی اور مذہبی رواداری کے نام نہاد دعویداروں کے معاشرے میں اسلام اور اسلامی تہذیب کی بقا اور نمو کے حوالہ سے بدترین تعصب موجود ہے۔ تہذیبی میدان میں اسلام کے خلاف جس جنگ کا آغاز ڈنمارک کے رسوائے زمانہ اخبار جیلنڈز پوسٹن میں پیغمبر اسلام ﷺ کے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت، قرآن حکیم کی بے حرمتی کے واقعات اور سوئٹزرلینڈ میں مساجد کے میناروں پر پابندی سے ہوا تھا، اب وہ نقاب کے خاتمے تک آ پہنچی ہے۔ بات ابھی اور آگے بڑھے گی۔ چنانچہ فرانس کے بعد بیلجیم، ڈنمارک، سپین اور کینیڈا کے علاوہ کئی دوسرے مغربی ممالک میں بھی نقاب پر پابندی لگانے پر غور کیا جا رہا ہے۔ فرانس میں نماز جمعہ کے لیے بوقت ضرورت مساجد سے باہر صف بندی اور ہالینڈ میں ذبیحہ پر بھی پابندی لگائی جا رہی ہے۔ اہل مغرب اپنے معاشروں کو multi cultural سوسائٹی قرار دیتے ہیں، مگر یہ کیسی ملٹی کلچرل سوسائٹی ہے جس میں مسلمانوں کی اپنے دینی احکام اور تہذیبی اقدار و روایات پر عمل کرنے کی آزادی سلب کی جا رہی ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ اور قرآن حکیم کی توہین کی ناپاک جسارتیں آئے روز کا معمول بنتی جا رہی ہیں۔ ترک وزیر اعظم طیب اردگان نے نقاب پر پابندی کو بجا طور پر مذہبی آزادی کی خلاف ورزی قرار دیا اور کہا کہ ”یہ عجیب بات ہے کہ سیکولرازم اب یورپ ہی میں زیر بحث آ چکا ہے اور بعض انسانی آزادیوں کے لیے خطرہ بنتا جا رہا ہے۔ چنانچہ فرانس میں مذہب کی آزادی کے حوالے سے فرد کی آزادی کا احترام باقی نہیں رہا۔“

موجودہ صورتحال میں ہمارے لیے سوچنے کا مقام یہ ہے کہ آدھے گز کپڑے نے یورپ کو اُس قدر خوفزدہ کیوں کر دیا ہے؟ آخر کیا وجہ ہے کہ خطرناک ترین بی باون طیاروں، ڈیزی کٹر بموں کے لامحدود ذخیرے، ایٹمی وار ہیڈ کے ان گنت سٹاک اور تباہ کن کروز میزائلوں کے حامل ممالک مسلمان عورت کے نقاب کو برداشت کرنے پر تیار نہیں اور عورت کی اپنی آزاد مرضی سے نقاب لینے پر اُن کی جان پر بن آتی ہے۔ اس سوال کا جواب تلاش کرنا چنداں مشکل نہیں۔ تھوڑی سی سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ اہل مغرب کی اصل پریشانی اسلام کی روز افزوں ترقی اور پھیلاؤ سے ہے۔ اہل مغرب دیکھ رہے ہیں کہ اسلام کے خلاف تمام تر بغض و عناد اور ناروا اقدامات کے باوجود اسلام پھیل رہا ہے۔ مغربی تہذیب کے ستائے ہوئے ہر طبقۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ بڑی تعداد میں اسلام کے سایۂ رحمت میں پناہ لے رہے ہیں۔ قبول اسلام کی یہ رفتار اس قدر تیز ہے کہ عیسائیت کو اپنی بقا کی فکر پڑ گئی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس نے مغربی دنیا کے انتہا پسندوں کو خوفزدہ کر دیا ہے۔ وہ اسلام کی آفاقیت کو چیلنج کرنے پر اُتر آئے ہیں۔ وہ اسلام کے نہ صرف سیاسی بلکہ سماجی کردار کا راستہ بھی روکنا چاہتے ہیں۔ تاکہ کسی نہ کسی طرح اسلام کے تشخص کو مجروح کیا جا سکے اور اسلام کی نفرت انگیز تصویر پیش کر کے اور اُس کے خلاف جارحانہ اقدامات کر کے لوگوں کو اسلام کی جانب بڑھنے سے روکا جا سکے۔

اہل اسلام میں وہ جو رب کائنات کی کتاب پر دل سے ایمان رکھتے ہیں، یہ جانتے ہیں کہ اسلام کے خلاف یہ مہم اسلام دشمنی کا شاخسانہ ہے۔ اُن کے سامنے اللہ کا یہ فرمان عالیشان ہے کہ ﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ﴾ (البقرہ: 120) البتہ نئی صورتحال میں مغرب گزیدہ، ہذیان گو دانشوروں کو بھی اپنے خیالات پر ضرور نظر ثانی کرنی چاہیے جو یہ یقین دلوں میں جمائے ہوئے ہیں کہ اہل مغرب بنیادی انسانی آزادیوں کا احترام کرنے والے ہیں۔ انہیں اللہ کی یہ بات اپنے دل میں بٹھا لینی چاہیے کہ ارباب کفر صاحبان ایمان کے کبھی دوست اور خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ اور یہ معاملہ محض بنیادی حقوق کی پامالی کا نہیں، بلکہ یہود و نصاریٰ کے متحدہ جتھے کا اصل بیر اور بغض و عناد اسلام سے ہے۔ اُن کی دشمنی اسلامی نظام زندگی ہے۔ اُن کی عداوت اسلامی تہذیب و اقدار سے ہے۔ لہٰذا اُن کے حالیہ اقدامات کو اسلام دشمنی کے تناظر میں دیکھا جانا چاہیے۔ یہ دو تہذیبوں کی جنگ ہے جس کا آغاز سوویت یونین کی شکست و ریخت کے بعد سے ہوا اور جس میں شدت نائن الیون کا خود ساختہ ڈرامہ رچا کر لائی گئی۔ نائن الیون کے بعد جب یہود و نصاریٰ اسلام کے خلاف کثیر الجہات جنگ میں کودے تب اُس وقت کے امریکی وزیر خارجہ کولن پاول نے صاف لفظوں میں کہا تھا کہ ”ہم سب قوموں سے کہہ رہے ہیں کہ وہ مل کر سیاسی ایکشن، سفارتی ایکشن، قانونی ایکشن اور نفاذ قانون کریں۔ اور اگر ضروری ہو تو ہمارے ساتھ مل کر فوجی ایکشن بھی کریں“۔ تھامس فرائیڈ مین نے تو اور بھی وضاحت سے کہا تھا کہ ”اگر 9/11 کا سانحہ تیسری عالمی جنگ کا آغاز تھا تو ہمیں سمجھنا چاہیے کہ یہ جنگ کس کے لیے ہے؟ ہم دہشت گردی کو ختم کرنے کے لیے نہیں لڑ رہے۔ دہشت گردی تو محض ذریعہ ہے۔ ہم ایک نظریے کو شکست دینے کے لیے برسرپیکار ہیں“۔ یہی وہ بات ہے جو تہذیبوں کے تصادم کے نظریے کے خالق ھنٹگٹن نے اپنی کتاب "The Clash of Civilizations" میں کہی ہے کہ ”مغرب کے لیے اصل مسئلہ اسلامی بنیاد پرستی نہیں بلکہ خود اسلام ہے۔“

قارئین! جب یہ واضح ہے کہ مسئلہ انسانی حقوق کی پامالی اور مذہبی عدم رواداری کا نہیں، بلکہ یہ تہذیبی تصادم ہے، مغرب کی بے خدا تہذیب اسلام کے خلاف معرکہ آرا ہے اور ہم حالت جنگ میں ہیں تو محض احتجاج سے بات نہیں بنے گی۔ نہ یہ مسئلہ صرف دعاؤں سے حل ہوگا۔ یہ بات بھی کوئی معنی نہیں رکھتی کہ اُس عالمی برادری سے اپیلیں کی جائیں کہ وہ مذہبی رواداری کے خلاف اقدامات کا راستہ روکے جو خود اس جنگ کی فریق ہے۔ اس کے لیے ہمیں طاقت حاصل کرنی ہوگی، ہمیں اسلام اور اسلامی تہذیب سے اپنا ناتا جوڑنا ہوگا۔ اللہ کی دھرتی پر اللہ کا وہ نظام غالب کرنا ہوگا جو مسلمان کی عزت، طاقت اور شان و شوکت کا ضامن ہے۔ تہذیبوں کے اس تصادم میں ہم مسلمانوں کا المیہ یہ ہے کہ مغربی تہذیب کو تو ریاستی سپورٹ اور میڈیا کی طاقت حاصل ہے جبکہ اسلامی تہذیب اقتدار اور ذرائع ابلاغ کی قوت سے محروم ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس قوت کو بحال کیا جائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فتح بیت المقدس کے موقع پر فرمایا تھا: اعزنا اللہ بالاسلام۔ ہمیں یہ بات دل و دماغ میں بٹھا لینی چاہیے کہ ؎

”ہر“ دور میں جو چیز محافظ ہے ہماری   اسلام ہے، اسلام ہے، اسلام ہے، اسلام

بانئ تنظیم اسلامی و مؤسس انجمن خدام القرآن لاہور

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی دینی و قرآنی خدمات

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں
امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 15 اپریل 2011ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات محترم! بانی تنظیم اسلامی و موسس انجمن خدام القرآن والد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے انتقال کو ایک سال پورا ہو گیا ہے۔ وہ گزشتہ سال 14 اپریل کو اس دارفانی سے عالم باقی کی طرف رحلت فرما گئے۔ رحلت کا مطلب ہے ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف سفر کرنا۔ یہ زندگی کا اختتام نہیں ہے بلکہ اگلے مرحلے کی طرف روانگی ہے۔ ہمارے ہاں موت کے لیے ''انتقال'' کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔ انتقال کا مطلب بھی نقل مکانی ہے یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جانا۔ موت سے زندگی کا خاتمہ نہیں ہو جاتا بلکہ نئے مرحلۂ زندگی میں داخلہ ہوتا ہے۔ اس لیے کہ زندگی بہت طویل ہے۔ اس کا سلسلہ تو مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ ؎

تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں پیہم رواں ہر دم جواں ہے زندگی

چونکہ ہم نے زندگی کے اگلے مراحل نہیں دیکھے، ہمارے سامنے بس یہی دنیا ہوتی ہے، لہٰذا جب کوئی شخص سفر آخرت پر روانہ ہوتا ہے تو ہم کہہ دیتے ہیں کہ وہ ہمیں ہمیشہ کے لیے داغ مفارقت دے گیا ہے۔ اس جملہ میں ''ہمیشہ کے لیے'' کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ ہمیں حقیقت کا پورا ادراک نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ موت داغ مفارقت ہے، مگر یہ جدائی ہمیشہ کے لیے نہیں ہے۔ اس لیے کہ ایک نہ ایک دن ہم سب کو بھی عالم آخرت میں منتقل ہونا ہے۔ یہاں پر تو ہم عارضی طور پر اکٹھے ہوئے تھے، وہاں پر ہمیشہ کے لیے اکٹھے ہوں سکیں گے۔ اصولی طور پر ہم نہ تو سالگرہ منانے کے قائل ہیں اور نہ برسی منانے کے۔ اس لیے کہ ہمیں معاشرتی رسومات بھی وہی اختیار کرنی ہیں جو نبی ﷺ سے ثابت ہوں۔ سالگرہ کا تصور اسلام میں نہیں ہے، یہ مغرب کی نقالی ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ ہم اس موقع پر خوشیاں مناتے ہیں کہ اب ہمارا بچہ، بچی یا کوئی دوسرا عزیز اتنے سال کا ہو گیا ہے۔ کیک کاٹے جاتے ہیں۔ مٹھائیاں تقسیم ہوتی ہیں۔ تحفے تحائف دیئے جاتے ہیں۔ خوشیوں کے شادیانے بجتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں یہ خوشی کا نہیں، غور و فکر کا مقام اور تشویش کا موقع ہوتا ہے۔ ؎

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

اسی طرح برسی کا بھی اسلام میں تصور نہیں ہے۔ مگر دین سے دوری کی بنا پر ہم نے مرنے والے کی یاد کے لیے ایک تقریب کے طور پر برسی منانا شروع کر دی ہے۔ بہرکیف ہم برسی کے قائل نہیں ہیں، البتہ یہ ضرور ہے کہ ہمیں اپنے اسلاف اور اکابر کی یاد کے حوالے سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ ((اُذْكُرُوْا مَوْتٰكُمْ بِالْخَيْرِ)) ''تم میں سے جو وفات پا جائیں ان کا تذکرہ خیر و بھلائی کے ساتھ کرو۔'' خاص طور پر وہ لوگ کہ جن کی دینی خدمات بھی ہوں، ان کی خدمات کا تذکرہ اس اعتبار سے بھی مفید ہے کہ یہ نئی نسل کے لیے تحریک کا باعث بنتا ہے۔ وہ جب یہ دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ بھی اسی دنیا میں رہے، دنیا کے بشری تقاضے ان کے ساتھ بھی تھے مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ صلاحیتیں اللہ کے دین کے لیے لگائیں تو اُن میں بھی دین کے لیے کچھ کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ والد محترم ایسے ہی خوش نصیب لوگوں میں سے تھے۔ وہ ہمارے لیے بہت سے اعتبارات سے مشعل راہ ہیں۔ لہٰذا اس پہلو سے اُن کا تذکرہ ہونا چاہیے۔ میں اسی حوالے سے چند باتیں عرض کروں گا۔

آپ حضرات والد محترم سے بخوبی متعارف ہیں۔ دنیا میں ان کا زیادہ تر تعارف ایک داعیٔ اور مدرس قرآن کے حوالے سے تھا۔ لوگ انہیں اس دور کا بہت بڑا مفسر قرآن بھی کہتے تھے۔ مگر وہ فرماتے تھے کہ میں مفسر نہیں ہوں، یہ مقام میرا نہیں ہے۔ میں تو قرآن کا اصل پیغام لوگوں تک پہنچانے والا ہوں جو اُن تک نہیں پہنچا، جس سے مسلمان محروم ہیں۔ قرآن تو ہر گھر موجود ہے مگر قرآن کے پیغام سے مسلمان (الا ماشاء اللہ) یکسر نابلد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں غیر معمولی صلاحیتیں عطا فرمائیں۔ وہ غیر معمولی ذہانت، فہم و فراست، بے مثال قوت بیان اور قوت استدلال کے حامل تھے۔ جس شخص میں یہ صلاحیتیں ہوں، وہ زندگی کے جس میدان میں بھی جائے گا، ٹاپ پر پہنچے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحبؒ اگر وکالت کو اپنا پیشہ بناتے تو شاید پاکستان میں چوٹی کے وکیل ہوتے۔ ان کی ٹکر کا کوئی اور وکیل نہ ہوتا۔ وہ اُن لوگوں کے سرخیل ہوتے جو ایک ایک کیس کا کئی کروڑ معاوضہ لیتے ہیں۔ لیکن یہ اللہ ہی کا فضل ہے کہ انہوں نے دنیا کو مقصد نہیں بنایا بلکہ اپنی تمام تر صلاحیتیں قرآن کو سمجھنے سمجھانے، اس کے ابلاغ و تبلیغ، اس کے بیان اور لوگوں کو قرآن کے ساتھ جوڑنے کے لیے وقف کر دیں۔ چنانچہ پوری دنیا میں ان کا سب سے

زیادہ تعارف اسی حوالے سے ہے۔ وہ خود اپنے آپ کو طالب قرآن اور خادم قرآن کہا کرتے تھے۔ اُن کا ایک خاص وصف یہ بھی تھا کہ وہ ہر حال میں کلمۂ حق کہتے تھے۔ اس معاملے میں نہ کسی کی ملامت کو خاطر میں لاتے، اور نہ کسی مصلحت کو آڑے آنے دیتے تھے۔ لیکن ہمیں جاننا چاہیے کہ وہ محض خادم قرآن و داعی قرآن ہی نہیں تھے بلکہ وہ ((خیر کم من تعلم القرآن و علمه)) کے مصداق تھے۔ میں سمجھتا ہوں اس ضمن میں وہ نہ صرف مسلمانان پاکستان کے لیے بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے ایک رول ماڈل تھے۔

ڈاکٹر صاحب کی زندگی کا دوسرا اہم گوشہ جو دعوت قرآن ہی کے ساتھ جڑا ہوا تھا، وہ یہ ہے کہ وہ اس دور میں غلبہ و اقامت دین کی جدوجہد کے سب سے بڑے علمبردار تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو یہ بات سمجھانے کی کوشش کی کہ دین حق کے غلبہ کی جدوجہد اُن کا فریضہ ہے۔ اس کے بغیر مسلمان کی زندگی ادھوری اور اس کا ایمان نامکمل ہے۔ یہ بات انہوں نے قرآن و سنت سے سمجھی تھی۔ انہوں نے قرآن وسنت کی روشنی میں یہ دیکھا کہ قرآن کا اصل پیغام یہ ہے کہ مسلمان خود بھی اسلام پر عمل پیرا ہو، اپنے معاشرے میں بھی دین کو رائج کرے اور اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کے غلبہ و اقامت کے لیے جدوجہد بھی کرے۔ آج ہم مسلمان بحیثیت مجموعی اقامت دین کی جدوجہد کی ذمہ داری سے بے گانہ ہیں۔ ہمیں اس کا کوئی احساس ہی نہیں ہے۔ حالانکہ یہ میری اور آپ کی دینی ذمہ داری ہے۔ میں نے انہی مجالس میں عرض کیا تھا کہ نبی ﷺ اور صحابہؓ کے دور میں جیسے یہ تصور ہی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کوئی شخص مسلمان ہو اور پنج وقتہ نماز نہ پڑھتا ہو، مسجد نہ آتا ہو، اس لیے کہ اگر کوئی نماز نہ پڑھتا تھا تو لوگوں کو شبہ ہو جاتا تھا کہ شاید مرتد ہو گیا ہے، اسی طرح وہ یہ بھی تصور نہیں کر سکتے ہوں گے کہ کسی ملک اور ریاست میں مسلمان غالب اکثریت میں ہوں گے اور وہاں شریعت نافذ نہ کریں گے۔ اللہ کی شریعت نافذ نہیں کریں گے تو کس کا نظام قائم کریں گے؟ کیا فراعنہ یا سلطنت روم و ایران کا نظام قائم کریں گے؟ اُس زمانے میں یہ تصور بڑا واضح تھا کہ اللہ کے بندے رب کی دھرتی پر رب ہی کا قانون نافذ کر سکتے ہیں، کوئی اور قانون ہرگز نافذ نہیں کر سکتے۔ مگر آج ہمارا حال یہ ہے کہ دنیا میں 57 اسلامی ممالک موجود ہیں، مگر کسی ایک ملک میں بھی شریعت نافذ نہیں ہے۔ یہ ہمارا اصل المیہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے مسلمانوں کو اس کی طرف متوجہ کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے غلبۂ دین کی جدوجہد کا یہ پہلو بھی واضح کیا کہ شریعت کے آنے سے ہی لوگوں کو ان کے حقوق ملیں گے، عدل و انصاف ملے گا۔ اللہ کا وعدہ یہ ہے کہ پھر آسمان سے بھی اپنی برکات بھیجے گا اور اُس کے حکم سے زمین بھی اپنے خزانے اُگلے گی۔ شریعت نافذ نہ ہوگی تو اُن کا استحصال ہوتا رہے گا۔ جیسا کہ اس وقت مسلمان ممالک کا حال ہے کہ ان میں نہ عدل ہے، نہ انصاف ہے، نہ انسانی حقوق کا تحفظ ہے، نہ بنیادی ضروریات کا کوئی خیال ہے۔ اس معاملے میں پاکستان کی حالت بہت دگرگوں ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کہلانے کے باوجود یہاں بے اصولی، بے انصافی اور ظلم و استحصال کا راج ہے۔ دوسری جانب والد محترمؒ نے مسلمانان پاکستان کو یہ بتایا کہ غلبہ و اقامت دین کی یہ جدوجہد اصلاً ہمارے ایمان کا تقاضا ہے۔ یہ اللہ سے وفاداری اور محمد رسول اللہ ﷺ کے سچے اُمتی بننے کا تقاضا ہے۔ یہ ہماری اُخروی نجات کا مسئلہ ہے۔ یہ پیغام سنانے والے لوگ بہت کم ہیں۔ لیکن انہوں نے یہ بات بڑے شد و مد سے بیان کی۔ تو دین کے حوالے سے ان کا سب سے بڑا حصہ ایک تو خدمت قرآنی اور دوسرے اس کے ساتھ ساتھ غلبہ و اقامت دین کی جدوجہد ہے۔ سورۃ الصف کی آیت 9 جس میں نبی اکرم ﷺ کے مقصد بعثت کا ذکر کیا گیا ہے، فرمایا گیا:

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝٩﴾
(الصف)

"وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اسے اور سب دینوں پر غالب کرے خواہ مشرکوں کو برا ہی لگے۔"

یعنی آپ ﷺ کو دو چیزیں دے کر بھیجا گیا اور وہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوع انسانی کے لیے سب سے بڑے تحفے ہیں۔ ایک الھدیٰ یعنی یہ قرآن حکیم ہے، اور دوسری دین حق یعنی اللہ کا دیا ہوا ضابطۂ حیات، مکمل اجتماعی نظام، سسٹم آف سوشل جسٹس۔ اسی کے لیے قرآن مجید میں ایک اصطلاح میزان آئی ہے۔ دین حق بہترین اجتماعی نظام ہے، جس میں ہر اعتبار سے عدل و انصاف ہے۔ اگر اس کو اختیار کیا جائے تو کسی بھی اعتبار سے کسی طبقے پر ظلم اور استحصال کا رستہ کھلا نہیں رہتا۔ انسان کو اُس کے حقوق ملتے ہیں۔ آزادی و مساوات کا دور دورہ ہوتا ہے۔ معاش کے یکساں مواقع میسر آتے ہیں۔ سیاسی اعتبار سے یہ نہیں ہوتا کہ ایک طبقہ دوسرے طبقے پر حاکم بن کر بیٹھ جائے، بلکہ حکمران خلیفہ کی حیثیت سے اللہ کے قانون کو نافذ کرتا ہے۔ اسلام میں انسانی حکمرانی کا تصور ہی نہیں ہے۔

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتان آزری

اللہ نے یہ بات بھی واضح فرما دی کہ دین حق رسول اکرم ﷺ کے ذریعے تمام ادیان پر غالب اور قائم ہو کر رہے گا، چاہے مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناپسند اور ناگوار ہو۔ یہ زمین اللہ نے بنائی ہے، جارج بش یا ابراہام لنکن نے نہیں بنائی۔ جب یہ زمین اللہ ہی کی میراث ہے، اللہ ہی اُس کا خالق و مالک ہے تو اس پر قانون بھی اللہ ہی کا نافذ ہونا چاہیے۔ حق کا تقاضا تو یہ ہے کہ زمین جس کی ملکیت ہے، اُس پر قانون اسی کا نافذ ہو۔ اسی کا نام خلافت ہے۔ خلافت اللہ کی حکمرانی والا نظام ہے۔ آپؐ کی حیات طیبہ میں دین حق جزیرہ نمائے عرب میں نافذ ہوا، اور اس کے بعد آگے بڑھتا گیا۔ خلافت راشدہ میں وہ معلوم دنیا کے ایک بہت بڑے حصے پر غالب آ گیا۔ اس کے غلبہ و اقامت کی جدوجہد ہر دور کے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ آج یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ چنانچہ متذکرہ بالا آیت کے بعد اگلی آیات میں اس ذمہ داری کے حوالے سے جہاد کا ذکر ہوا اور ایک ایسی ڈیل کا تذکرہ ہوا ہے جو اہل ایمان کو جہنم کی آگ سے نجات دلانے والی ہے۔ فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝١٠﴾

"مومنو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں عذاب الیم سے مخلصی دے۔"

﴿تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝١١﴾

"(وہ یہ کہ) اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔ اگر تم سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔"

اللہ کے راستے میں جہاد سے کیا مراد ہے؟ ظاہر ہے، اس سے مراد اس کے دین کے غلبہ و اقامت کے لیے جدوجہد ہے۔ اللہ نے فرما دیا کہ اس راہ میں اپنے مال بھی لگاؤ اور اپنے جسم و جان کی توانائیاں بھی کھپا دو بلکہ نقد جان بھی حاضر کر دو۔ اگر تم سمجھو تو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اس آیت میں اُخروی نجات کو جہاد، محنت

اور کوشش سے مشروط کیا گیا ہے۔ یہ جہاد دین کے غلبے کے حوالے سے ہے۔ معلوم ہوا کہ دین حق کے غلبے کی جدوجہد ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ یہ نجات کی شرائط میں سے ہے۔ سورۃ العصر جیسی انتہائی مختصر سورت میں بھی چار شرائط نجات میں سے دو تواصی بالحق اور تواصی بالصبر بیان ہوئی ہیں۔ اللہ نے تیزی سے گزرنے والے زمانے کی قسم کھا کر فرمایا کہ تمام نوع انسانی ایک بہت بڑے خسارے سے دوچار ہونے والی ہے۔ بہت بڑا نقصان، بہت بڑی ناکامی اور بہت بڑی تباہی انسان کا مقدر بننے والی ہے۔ یہ خسارہ آخرت کا خسارہ ہے۔ یہ اتنا بڑا خسارہ ہے کہ اس سے بڑا خسارہ کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کی ہمہ گیری کو دنیا کی کوئی بھی زبان بیان نہیں کر سکتی۔ اُس خسارے سے بچنے کے لیے پہلی شے جو درکار ہے، وہ ایمان ہے۔ دوسری چیز عمل صالح ہے۔ لیکن یہی بات کافی نہیں کہ آدمی خود نیک بن جائے اور بس، بلکہ تیسری شرط یہ بھی ہے کہ وہ حق کا علمبردار بن کر کھڑا ہو، دوسروں کو حق کی وصیت کرے۔ ظاہر ہے، زمین پر سب سے بڑا حق یہ ہے کہ رب کی دھرتی پر رب کا نظام ہونا چاہیے۔ لہٰذا مومنوں کو اس نظام حق کا علمبردار بن کر کھڑے ہونا ہوگا۔ آج پوری دھرتی پر اللہ کے باغیوں کا قبضہ ہے۔ معاشرت و معیشت بھی ابلیسی ہے اور سیاست میں بھی جمہوریت کی صورت میں غیر اللہ کی حاکمیت کا تصور بروئے کار چلا آتا ہے۔ جمہوریت اس وقت دنیا کا سب سے بڑا ''مذہب'' بن چکی ہے۔ ہم اہل پاکستان نے اس کے خلاف قرارداد مقاصد کی منظوری کی صورت میں زبانی تو آواز اُٹھائی مگر عملاً آج تک اس کے ساتھ چل رہے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ سے تاریخ انسانی کی سب سے بڑی بغاوت ہے۔ سیکولر ڈیموکریسی کیا ہے؟ یہ کہ اجتماعی نظام کسی وحی کی بنیاد پر نہیں بنے گا، کسی رسول کی تعلیمات کی بنیاد پر استوار نہیں ہوگا، بلکہ عوام کے نمائندوں کا حق ہوگا کہ کثرت رائے سے قانون سازی کریں۔ کیا جائز ہے، کیا ناجائز ہے؟ کیا حلال ہے، کیا حرام ہے؟ اس میں اللہ تعالیٰ کی وحی یا رسولوں کی ہدایات کو کوئی عمل دخل نہیں ہوگا۔ جمہوریت اس دور کا سب سے بڑا شرک اور شیطانی نظام ہے جو اس وقت پوری دنیا پر چھایا ہوا ہے۔ جیسا کہ کہا گیا کہ آئینی طور پر اگرچہ ہم نے اللہ کی حاکمیت اعلیٰ کا اقرار کر کے سیکولر ڈیموکریسی پر کلہاڑا چلا دیا تھا، مگر عملاً ہم اب بھی سیکولر ڈیموکریسی کے اصول پر نظام چلا رہے ہیں، بلکہ ہم نے اسے تقدس کا درجہ دے رکھا ہے۔ چنانچہ جب مولانا صوفی محمد صاحب نے یہ کہا کہ جمہوریت کفر ہے تو سب لوگ چیخ اُٹھے کہ انہوں نے یہ کیا کہہ دیا، لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہماری پارلیمنٹ نے قرآن وسنت سے بے پروا ہو کر تحفظ حقوق نسواں بل جیسا خلاف شریعت بل پاس کر لیا۔ کیا ہمیں اللہ تعالیٰ کا یہ فتویٰ یاد نہیں کہ

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾﴾ (المائدہ)

''اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔''

بہرکیف غیر اللہ کی حاکمیت پر مبنی نظام کو بدلنا ضروری ہے۔ حق کے علمبرداروں کو اُس کے خلاف کھڑے ہونا ہوگا اور رب کی دھرتی پر رب کے نظام کے قیام کے لیے جدوجہد کرنا ہوگی۔ اس راستے میں مشکلات پیش آئیں گی۔ معاشرہ رکاوٹ بنے گا۔ وہ مسلمان جو دنیاوی خواہشات کے اسیر ہو چکے ہیں، جو یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ بن چکے ہیں، کبھی یہ گوارا نہیں کریں گے کہ اللہ کا قانون غالب ہو۔ لہٰذا ہر طرح کی مشکلات آسکتی ہیں لیکن ان مشکلات کے علی الرغم استقامت کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ یہ ہے وہ پیغام جو والد محترمؒ نے بڑے شد و مد کے ساتھ قوم کو دیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو بتایا کہ دین حق کے غلبہ کی جدوجہد تمہارے ایمان کا تقاضا ہے۔ اُخروی نجات اس سے مشروط ہے۔ لہٰذا تمہیں حق کے علمبردار بن کے کھڑا ہونا ہوگا اور پھر اس کے لیے صبر و استقامت کے مراحل سے گزرنا ہوگا۔ دین حق ماضی میں خلافت راشدہ کی شکل میں قائم ہوا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ لوگوں کو عدل و انصاف ملا، حقوق ملے، نوع انسانی احترام انسانیت سے آشنا ہوئی۔ انسان کی جان و مال عزت و آبرو کو تحفظ حاصل ہوا۔ اسلامی ریاست کی حدود میں رہنے والے تمام مسلمانوں اور غیر مسلموں کی جان و مال اور عزت آبرو کی حفاظت ریاست کے ذمے ہے۔ اس بات کا محض زبانی اعلان نہیں کیا گیا تھا بلکہ عملاً وہ نظام قائم کر کے دکھایا گیا ہے کہ جس میں انسانی جان محترم اور عزتیں محفوظ تھیں۔ بہرکیف الہدیٰ اور دین حق کے حوالے سے والد محترمؒ کی شہرت پوری دنیا میں پھیلی۔ انہوں نے پیغام قرآنی کی نشر و اشاعت کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ الحمد للہ، ٹی وی چینلز کے ذریعے تو اُن کے دروس قرآن پوری دنیا میں نشر ہوئے۔ انہی چینلز پر ان کا 1998ء کا دورۂ ترجمہ قرآن چلا اور بار بار چلا اور اب بھی چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے پیغام کو پذیرائی بخشی، اور انہیں اس دور میں اس کتاب کے سب سے بڑے خادم کی سعادت عطا فرما دی۔ بانی تنظیم اسلامی نے دین حق کے غلبہ کے لیے محنت اور جدوجہد کے ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کو یہ بھی بتایا کہ دین کو غالب کرنے کا راستہ کون سا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ اس کے لیے اصولی رہنمائی ہمیں سیرت طیبہ سے ہی لینی ہوگی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے دین کو غالب کیا تو تن تنہا اس کام کا آغاز کیا۔ آپؐ کی دعوت کے نتیجے میں ایک قافلہ بنا، ایک جماعت تیار ہوئی۔ یہ جماعت مختلف مراحل سے گزری، تا آنکہ سن 10ھ میں فتح مکہ پر دین غالب ہو گیا اور بیت اللہ کو بتوں سے پاک کر دیا گیا۔ مکہ ام القریٰ تھا۔ جب مکہ پر اسلام کا غلبہ ہو گیا تو گویا جزیرۂ نمائے عرب پر دین قائم ہو گیا۔ چنانچہ ہمیں اسلامی انقلاب کے لیے آپؐ ہی کے اسوۂ حسنہ سے روشنی لینی ہوگی۔ نبی اکرم ﷺ اور صحابہؓ کا مقابلہ براہِ راست کفار اور مشرکین کے ساتھ تھا۔ آج صورتحال مختلف ہے۔ آج مسلم خطوں میں مسلمانوں کا مقابلہ مسلمانوں ہی سے ہے۔ اُدھر بھی مسلمان ہیں اور اِدھر بھی مسلمان کلمہ گو ہیں۔ ایسے میں کیا کیا جائے، ڈاکٹر صاحب نے اس صورتحال کا حل بھی بتایا۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی انقلاب میں تصادم کے مرحلے پر منظم عوامی احتجاج کا راستہ اپنایا جائے۔ مقابلہ تو ہو، مگر یہ اسلحہ اور ہتھیاروں سے نہ ہو، منظم احتجاج کی صورت میں ہو۔ کسی قسم کی توڑ پھوڑ نہ ہو، گولی نہ چلائی جائے۔

ڈاکٹر صاحب فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کا جو پیغام ہے، اگر میں اسے عام کر کے خود اس کی عملی مثال نہ بنوں، اور دین کے تقاضوں پر عمل نہ کروں تو پھر قرآن کا پیغام پہنچانے کا کوئی مطلب ہی نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ پیغام قرآنی کی نشر و اشاعت اس لیے ہے کہ اس کے ذریعے اللہ کا دین کے غلبہ و احیاء کی راہ ہموار ہو۔ اگر ہم اس پیغام کے ابلاغ کے ساتھ ساتھ اس کے عملی تقاضوں کی طرف پیش رفت نہیں کرتے تو یہ تساہل پسندی ہے اور یہیں سے منافقت کا آغاز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ والد محترمؒ کی دینی و قرآنی خدمات کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور ہمیں توفیق دے کہ اس مشن کو لے کر آگے بڑھ سکیں، اور جو سبق انہوں نے پڑھایا ہے اُس سے استفادہ کریں۔

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

انقلاب نبویؐ کا مرحلہ اول: کردار سازی اور اُس کا نبوی طریق

انسانی تاریخ کا عظیم ترین انقلاب اور

انقلابی جدوجہد کے مراحل

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا فکر انگیز خطاب

انقلابِ محمدی (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) کا انقلابِ فرانس اور انقلابِ روس سے تقابل کریں تو نظر آتا ہے کہ انقلابِ فرانس میں صرف سیاسی نظام بدلا اور انقلابِ روس میں صرف معاشی نظام تبدیل ہوا لیکن انقلابِ محمدیؐ میں ہر چیز بدل گئی۔ مذہب بھی بدل گیا' عقائد بھی بدل گئے' رسومات بھی بدل گئیں' سیاسی نظام بھی بدل گیا' معاشی نظام بھی بدل گیا' معاشرت بھی بدل گئی۔ کوئی بھی شے اپنی سابقہ حالت پر قائم نہیں رہی۔ ڈھونڈ کر بتایئے کہ فلاں چیز جوں کی توں رہ گئی۔ جس معاشرے اور قوم میں پڑھے لکھے لوگ انگلیوں پر گنے جاسکتے تھے' اس قوم کو آپؐ نے علم کے میدان میں دنیا کا امام بنا دیا۔ انہوں نے نئے نئے علوم ایجاد کئے' پوری دنیا کا علم سمیٹ کر' ہندوستان اور یونان تک سے علم لے کر' اور اسے مزید develop کر کے دنیا کے سامنے رکھا۔ تو پہلی بات یہ ثابت ہوئی کہ دنیا کا جامع ترین' گھمبیر ترین اور most profound انقلاب محمد عربی ﷺ کا انقلاب تھا۔ کوئی دوسرا انقلاب اس کے مقابلے میں نہیں آسکتا۔ باقی سب انقلابات جزوی (partial) تھے۔

انقلاب محمدیؐ اس حوالے سے بھی بے مثال ہے کہ سارے انقلابی عمل کی قیادت آپؐ نے بنفس نفیس فرمائی۔ سیرت کا مطالعہ کریں تو آپ کو نظر آئے گا کہ آپؐ مکے کی گلیوں میں ایک مبلغ کی حیثیت سے گھوم رہے ہیں، تبلیغ کر رہے ہیں، لوگوں کے گھروں میں جا کر بات چیت کر رہے ہیں۔ آپؐ ہی بدر اور احد کے معرکوں میں فوج کو کمانڈ کر رہے ہیں۔ یہ خصوصیت دنیا کے کسی اور انقلاب میں موجود نہیں ہے۔ باقی دنیا کے انقلاب کئی نسلوں میں آئے۔ کسی ایک شخص نے فکر دیا، کسی دوسرے نے اُس فکر کے مطابق جدوجہد کر کے وہ انقلاب برپا کر دیا۔ دنیا کے انقلابات میں سے کوئی بھی دوسرا انقلاب ایک حیاتِ انسانی کے عرصے (span) میں پورا نہیں ہوا' بلکہ فکر دینے والے مرکھپ گئے' بعد میں کہیں وہ فکر پروان چڑھا اور اس کی بنیاد پر کہیں انقلاب آ گیا۔ مثال کے طور پر انقلاب فرانس کا فکر والٹیئر اور روسو نے دیا تھا، میدان عمل میں اُن کا کوئی کردار نہیں۔ اسی طرح اشتراکی انقلاب کی فکر مارکس اور اینجلز نے دی۔ مارکس نے جرمنی میں بیٹھ کر "ڈاس کیپیٹل" نامی کتاب لکھ دی، مگر یہ انقلاب اُن کے ہاتھوں نہیں آیا، بلکہ جرمنی اور انگلستان میں آیا ہی نہیں۔ انقلاب عملاً 1917 میں بالشویک کے ہاتھوں روس میں آیا۔ بہرحال حضور ﷺ کی زندگی اس اعتبار سے واقعتا contrast کی حامل ہے کہ ایک انقلابی دعوت کا آغاز بھی آپؐ نے کیا اور اسے کامیابی کی آخری منزل تک بھی خود پہنچایا۔ جبکہ محمد رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے انقلاب میں کل 23 سال کے عرصے میں' الف سے ی تک انقلاب کے تمام مراحل طے ہو گئے۔ کوئی ہے تاریخ میں اس کی مثال؟ میں پھر ڈاکٹر مائیکل ہارٹ کے وہی الفاظ دہراؤں گا کہ He is the only, the only, the only person کہاں گلی گلی دعوت دینے والا ایک شخص' کہاں ایک فوج کی کمان کرنے والا قائد—کوئی ہے مناسبت؟

اس سے میں یہ نتیجہ اخذ کرتا ہوں کہ آج عہدِ حاضر میں اجتماعیات' سوشیالوجی یا پولیٹکل سائنس کا کوئی طالب علم پوری دیانت داری سے انقلاب کا صحیح طریقِ کار اخذ کرنا چاہے تو اسے صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے مکمل راہنمائی مل سکتی ہے۔ مارکس' اینجلز' لینن یا والٹیئر کی زندگیوں سے اس ضمن میں قطعاً کوئی راہنمائی حاصل نہیں ہوسکتی۔ گویا طریقِ انقلاب کے لئے اب دنیا کے سامنے صرف ایک ہی منبع و سرچشمہ (source) ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ ہے۔

انقلاب کے حوالے سے یہ بات ذہنوں میں بالکل واضح ہو جانی چاہیے کہ انقلاب برپا کرنا کوئی کھیل نہیں ہے، اور نہ ہی یہ کوئی دل پسند مشغلہ ہے بلکہ یہ نہایت مشکل کام ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ دیکھئے، ایک ہے دعوت و تبلیغ۔ جیسے ہمارے تبلیغی بھائی بستر اُٹھائے ہوئے گھوم رہے ہوتے ہیں۔ دور دراز کے سفر کرتے ہیں۔ گھر کا نرم بستر چھوڑ کر راتوں کو مسجدوں کے سخت فرش پر سوتے ہیں۔ تکلیف اور محنت، مشقت تو اس کام میں بھی ہے، لیکن اس میں جان و مال کا خطرہ نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو جائے گا کہ کوئی گالی دے دے گا، کوئی پاگل کہہ دے گا اور بس۔ یہی معاملہ علمی کام کا بھی ہے۔ اس میں بھی یہی ہوگا کہ آپ سے کسی کا فکری اختلاف ہو جائے گا اور کوئی آپ کی ریسرچ کے مقابلے میں اپنی ریسرچ لے آئے گا۔ وہ آپ کو پاگل قرار دے دے گا، آپ اس کو پاگل قرار دے دیں گے۔ مگر جان کو کوئی خطرہ اس میں بھی نہیں ہوگا۔ لیکن انقلابی جدوجہد وہ عظیم مشن ہے جس میں جان و مال کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس لیے کہ انقلاب کی زد رائج الوقت نظام اور اس کے پروردہ لوگوں پر پڑتی ہے۔ یہ لوگ کیسے برداشت کریں گے کہ انقلاب کے علمبردار اُٹھیں اور اُس نظام کا قلع قمع کریں جو انہیں مراعات سے نوازتا ہے۔ وہ تو یہ کہیں گے کہ آؤ، انہیں ختم کرو، انہیں مارو، کہ یہ ہمارے نظام کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے مفادات کا یہ تقاضا ہے کہ سٹیٹس کو برقرار رہے اور یہ اس نظام کو بدلنے آئے ہیں، انہیں کچل دو۔ اسی لیے قرآن نے پہلے ہی بتا دیا کہ غلبۂ دینِ حق کی راہ میں آزمائشیں اور مشکلات آئیں گی۔ سورۃ البقرہ میں فرمایا:

﴿وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِیۡبَةٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ ﴿۱۵۶﴾﴾

"اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں

گے۔ تو صبر کرنے والوں کو (اللہ کی خوشنودی کی) بشارت سنا دو۔ ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کا مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔"

اسی سورت میں آگے فرمایا:

﴿اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَاۡتِكُمۡ مَّثَلُ الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِكُمۡ ؕ مَسَّتۡهُمُ الۡبَاۡسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلۡزِلُوۡا حَتّٰى يَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ مَتٰى نَصۡرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ ﴿۲۱۴﴾﴾

"کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ (یونہی) بہشت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تم کو پہلے لوگوں کی سی (مشکلیں) تو پیش آئی ہی نہیں۔ ان کو (بڑی بڑی) سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں اور وہ (صعوبتوں میں) ہلا ہلا دیئے گئے، یہاں تک کہ پیغمبر اور مومن لوگ جو ان کے ساتھ تھے سب پکار اٹھے کہ کب اللہ کی مدد آئے گی؟ دیکھو اللہ کی مدد (عن) قریب (آیا چاہتی) ہے۔"

اب آیئے، انقلابی عمل کے مراحل کی طرف! انقلابی عمل کے سات مراحل ہیں، چھ مراحل تو انقلاب برپا کرنے کے ہیں۔ یعنی انقلابی نظریہ کی اشاعت، تنظیم، تربیت، صبر محض، راست اقدام، مسلح تصادم —— اور ساتواں مرحلہ انقلاب کو برآمد کرنا ہے۔ ظاہر ہے، ہر انقلاب کی یہ فطری خاصیت ہوتی ہے کہ وہ جغرافیائی، علاقائی یا ملکی اور قومی حدود کا پابند نہیں ہوا کرتا بلکہ وہ پھیلتا ہے۔ کسی بھی انقلابی نظریہ کو نہ پاسپورٹ کی ضرورت ہوتی ہے نہ ویزا کی۔ بلکہ وہ ان قیود سے آزاد ہوتا ہے۔ جدید اصطلاح میں اسے "تصدیر الانقلاب" کہتے ہیں۔ یعنی انقلاب ایکسپورٹ کرنا، اس کو بیرونِ ملک برآمد کرنا، اس کا دائرہ وسیع کرنا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ دوسرے ممالک میں بھی وہ انقلاب ظہور پذیر ہو۔ یہ انقلب کا خاصہ ہے اور اس کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ پھیلے اور وسعت پذیر ہو۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ کسی انقلاب کے حقیقتاً "انقلاب" ہونے کا حتمی ثبوت یہی ہے کہ وہ کسی علاقائی و جغرافیائی حد میں محدود ہو کر نہ رہ جائے، بلکہ پھیلے اور وسعت پذیر ہو۔ اگر وہ جغرافیائی حدود کے اندر محدود ہو کر رہ گیا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس میں جان نہیں تھی، اس کے بنیادی فلسفہ میں قوت تسخیر نہیں تھی، اس میں آفاقیت اور عالمگیریت نہیں تھی۔ بلکہ شاید اس کے اندر اصل فیصلہ کن عوامل صرف قومی و ملکی تھے۔ اس میں کوئی ایسا نظریہ، کوئی ایسا پیغام نہیں تھا جو بین الاقوامی اہمیت کا حامل ہو اور جو قومی اور جغرافیائی حدود سے بالاتر ہو کر نوعِ انسانی کے اذہان و قلوب میں اپنی جگہ بنا سکے۔

انقلاب محمدی کے متذکرہ سات مراحل کو اگر اختصار کے ساتھ بیان کیا جائے تو یہ تین مراحل بنیں گے۔ دو مراحل انقلاب برپا کرنے کے اور ایک مرحلہ انقلاب کو برآمد کرنے کا۔ علامہ اقبال کے دو اشعار میں نے بہت دفعہ سنائے ہیں آج بھی سنیے۔ اقبال داعیٔ انقلاب تھا، اگرچہ وہ میدان کا آدمی نہیں تھا۔ وہ کلیم نہیں حکیم تھا۔ لیکن اس کی حکیمی اور دانائی قابل داد ہے۔ کہتا ہے ۔

گفتند جہانِ ما آیا بہ تو می سازد؟
گفتم کہ نمی سازد ' گفتند کہ برہم زن!

اس شعر میں اقبال اللہ سے اپنا ایک مکالمہ بیان کر رہا ہے۔ اللہ نے مجھ سے کہا، اے اقبال! میں نے تمہیں اپنی جس دنیا میں بھیجا ہے آیا وہ تمہارے ساتھ سازگار ہے؟ کیا تمہیں وہ پسند ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں' مجھے پسند نہیں! یہاں ظلم ہے' یہاں غریب پس رہا ہے۔ یہاں مزدور کے رگوں کے خون کی سرخی سے شراب کشید کر کے سرمایہ دار پیتا ہے۔ ۔

خواجہ از خونِ رگِ مزدور سازد لعلِ ناب
از جفائے دہ خدایاں کشتِ دہقاناں خراب
انقلاب! انقلاب! اے انقلاب!!

سرمایہ دار نے مزدور کی رگوں میں دوڑنے والے خون سے سرخ شراب کشید کی ہے اور جاگیرداروں کے ظلم و ستم سے دہقان کی کھیتی خراب ہے۔ اس کے بچے بھوکے ہیں اور اس کی کھیتی سے ان کی غذا کا اہتمام نہیں ہو رہا۔ یہ اقبال کی بڑی عظیم نظم ہے جس میں اس نے انقلاب کا نعرہ لگایا ہے۔ تو اقبال کہتے ہیں کہ جب میں نے کہا کہ مجھے تیرا یہ جہان پسند نہیں' یہ میرے لئے سازگار نہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "برہم زن!" یعنی اسے توڑ پھوڑ دو' درہم برہم کر دو! یہاں انقلاب برپا کر دو!!

اب اس انقلاب کا طریق کار کیا ہو؟ غلط نظام کو کیسے ختم کیا جائے، اسے اقبال نے دو مصرعوں میں بیان کر دیا ہے۔ پہلے مصرعہ میں انقلاب کے متذکرہ چار مراحل اور دوسرے میں دو مراحل بیان کئے ہیں ۔

با نشۂ درویشی در ساز و دمادم زن
چوں پختہ شوی خود را بر سلطنتِ جم زن!

یعنی پہلے درویشی کی روش اختیار کرو اور اپنا کام کرتے رہو۔ دعوت و تبلیغ میں لگے رہو۔ کوئی پاگل کہے یا کوئی گالی دے تو اُسے جواب میں دعا دو۔ یوں دکھائی دے گویا بدھ مت کے بھکشو بنے ہوئے ہیں۔ مارا جا رہا ہے مگر جواب نہیں دے رہے ہیں۔ اور جب تیار ہو جاؤ یعنی تعداد بھی کافی ہو' ٹریننگ بھی صحیح ہو چکی ہو' ڈسپلن کے بھی پابند ہو جاؤ اور ہر شے قربان کرنے کو تیار ہو جاؤ تو اب اپنے آپ کو سلطنتِ جم کے ساتھ ٹکرا دو۔ اسی سے انقلاب آئے گا۔ ٹکراؤ کے بغیر انقلاب نہیں آتا۔ محض وعظ سے انقلاب نہیں آیا کرتا۔ اور ٹکراؤ میں جانیں بھی جائیں گی' خون بھی دینا پڑے گا۔

انقلابی جدوجہد کے پہلے مرحلے کا عنوان ایک حقیقی انقلابی جماعت کی تیاری یعنی حزب اللہ کی تشکیل ہے، اور دوسرے مرحلے کا یک لفظی عنوان تصادم ہے۔ اس وقت موضوعِ بحث یہی پہلا مرحلہ ہے۔ یعنی مردان کار کی فراہمی اور حزب اللہ کی تشکیل و تنظیم اور تزکیہ و تطہیر کا نبوی طریقہ کار۔ یہ بات واضح کر دی جائے کہ جماعت سازی خاص طور پر نظریات کی بنیاد پر جماعت کی تشکیل دنیا کا مشکل ترین کام ہے۔ قومی سطح پر جماعت بنا لینا بڑا آسان کام ہے۔ رفاہی کام کے لیے جماعت بنانا بھی آسان ہے۔ اسی طرح علمی کام کے لیے جماعت بنا لینا بھی بہت آسان ہے۔ لیکن نظریاتی سطح پر، انقلاب برپا کرنے کے لیے جماعت بنانا انتہائی مشکل کام ہے۔ اس سے زیادہ مشکل اور کوئی کام نہیں۔ اِس مشکل کا ایک سبب تو یہ ہے کہ لوگوں کا مزاج اور ذوق مختلف ہوتا ہے۔ اُن میں ذہنی سطحوں کا فرق ہوتا ہے۔ سمجھ اور فہم کی گہرائی مختلف ہوتی ہے۔ ان سب کو جوڑنا جان جوکھوں کا کام ہے۔ ایک حیوانوں کے گلے کو تو ایک کتا بھی ہانک لے کر جا سکتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ پٹھان لوگ کاغان اور ڈیرہ غازی خان سے کئی کئی سو بھیڑوں کا گلہ لے کر آتے ہیں۔ ایک آدمی لاٹھی لے کر پیچھے پیچھے چل رہا ہوتا ہے۔ اُس کے ساتھ ایک کتا ہوتا ہے جو بھیڑ بکریوں کو قابو رکھتا ہے۔ انسانوں میں تو ہر ایک کا اپنا فہم، اپنی سوچ اور اپنے نظریات ہوتے ہیں۔ ہر ایک اپنی جگہ سقراط بقراط ہوتا ہے۔ انقلابی جماعت کی تشکیل کے مشکل ہونے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ ہر آدمی کے اندر کوئی نہ کوئی سچی یا جھوٹی خودی ہوتی ہے ۔

بقدرِ پیمانۂ تخیل سرور ہر شے میں ہے خودی کا
اگر نہ ہو یہ فریبِ پیہم تو دم نکل جائے آدمی کا

بہرحال یہ وہ رکاوٹیں ہیں جن کو پار کر کے آپ کو انقلابی جماعت بنانی ہے۔ (جاری ہے)

❁❁❁

پریس ریلیز

حافظ عاکف سعید

فرانس میں نقاب پر پابندی انسانی حقوق پر دست درازی ہے جس کی ہم شدید مذمت کرتے ہیں

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ انسانی حقوق کے نام نہاد چیمپئز کی جانب سے فرانس میں مسلم خواتین کے نقاب پر پابندی انسانی حقوق پر دست درازی ہے۔ ہم اس کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ فرانس میں مقیم مسلمانوں نے اس حکومتی پابندی کو مسترد کر کے اس کی خلاف ورزی شروع کر دی ہے اور نقاب لینے کو ترجیح دیتے ہوئے جرمانہ ادا کرنے کا آغاز کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مغرب کی جانب سے یہ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے خواتین پر جبر روا رکھا ہے، لیکن فرانس کی حکومت نے مسلمان خواتین کے نقاب لینے پر جو پابندی عائد کی ہے، اسے فرانس میں مقیم مسلمان خواتین پر ریاستی جبر کے علاوہ اور کیا نام دیا جائے۔ الحمدللہ، مسلمان خواتین نے نقاب لینے کا سلسلہ جاری رکھ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اسلام میں پردے کے احکام خواتین پر جبر نہیں بلکہ ان کی عصمت و عفت کے تحفظ کے ضامن ہیں۔ ہم اپنی حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ سفارتی سطح پر اس ناروا پابندی کے خلاف اقدامات کرے۔ (پریس ریلیز: 13 اپریل 2011ء)

ڈرون حملے جاری رہے تو پاکستان کی جغرافیائی سلامتی کا تحفظ بھی دشوار ہو جائے گا

پاکستان کا استحکام ہی نہیں اس کی بقا بھی اسلام کے نظامِ عدل اجتماعی کے قیام میں مضمر ہے

ڈرون حملے جاری رہے تو پاکستان کی جغرافیائی سلامتی کا تحفظ بھی دشوار ہو جائے گا۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ امریکہ ہماری سیاسی و عسکری قیادت کی کمزور اور بزدلانہ پالیسی کی بنا پر ڈرون حملوں کے ذریعے ہمارے مسلمان پاکستانی قبائلی بھائیوں کا بے دریغ خون بہا رہا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ پاکستان ایک نظریہ کی بنیاد پر معرضِ وجود میں آیا تھا لیکن اس نظریہ کو عملی جامہ پہنانے کی ہم نے کبھی سنجیدہ کوشش نہ کی۔ اُنہوں نے کہا کہ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ جو ٹھیک ایک سال پہلے اس دنیا فانی سے رحلت فرما گئے تھے، نے قریباً نصف صدی تک پاکستان کے ہر گلی کوچے میں یہ صدا لگائی کہ پاکستان کا استحکام ہی نہیں اس کی بقا بھی اسلام کے نظامِ عدل اجتماعی کے قیام میں مضمر ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے مسلمانوں کا از سر نو قرآن سے ناتا استوار کرنے کی شب و روز جدوجہد کی۔ اللہ نے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی ان مساعی جمیلہ کو یوں شرفِ قبولیت بخشا کہ اُن کے شاگردوں کی ایک کثیر تعداد پاکستان بھر میں عوامی دروسِ قرآن کی محافل کے ذریعے مسلمانوں کو قرآن کی طرف بلا رہی ہے۔ آخر میں انہوں نے دعا کی کہ اللہ رب العزت ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی مغفرت فرمائے اور اُن کے درجات بلند کرے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اُن کے مشن کو جاری رکھ سکیں۔ اُنہوں نے کہا کہ شخصیات کا تقدس اُن کی فکر، نظریہ اور عمل سے ہوتا ہے۔ لہٰذا اصل ضرورت اس امر کی ہے کہ فکر اور نظریہ کو دانتوں میں پکڑ لیا جائے اور عملی زندگی میں بھی اُس کا اظہار ہو۔ یہی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا پیغام تھا۔ (پریس ریلیز: 15 اپریل 2011ء)

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

حلقہ کراچی جنوبی کی نئی مقامی تنظیم کلفٹن (کراچی) میں عابد خان کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ کراچی جنوبی کی جانب سے نئی مقامی تنظیم کلفٹن کراچی میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 7 اپریل 2011ء میں مشورہ کے بعد جناب عابد خان کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ لاہور کی نئی مقامی تنظیم گارڈن ٹاؤن میں محمد فواد امیر مقرر

امیر حلقہ لاہور کی جانب سے نئی مقامی تنظیم گارڈن ٹاؤن لاہور میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 7/اپریل 2011ء میں مشورہ کے بعد جناب محمد فواد کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ لاہور کی مقامی تنظیم ماڈل ٹاؤن میں منعم اویس کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ لاہور کی جانب سے مقامی تنظیم ماڈل ٹاؤن لاہور میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 7 اپریل 2011ء میں مشورہ کے بعد جناب منعم اویس کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر راجپوت فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 23 سال، تعلیم بی اے، صوم و صلوٰۃ کی پابند، امور خانہ داری میں ماہر کے لیے تعلیم یافتہ برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0322-4436609

دعائے مغفرت کی اپیل

تنظیم اسلامی پنجاب پوٹھوہار کے ملتزم رفیق زاہد بابر کی خوشدامن قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین اور رفقاء تنظیم اسلامی سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اللّٰھم اغفرلھا وارحمھا وادخلھا فی رحمتك و حاسبھا حسابًا یسیرًا

پردہ اور مغربی ممالک

حافظ محمد صفدر ساجد

کہا جاتا ہے کہ انسان جس دن سے اس دنیا میں آیا ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ جس دن سے اس نے جنت میں ممنوع پھل کھایا تھا، اُس دن سے تا حال وہ ستر پوشی کے لیے مختلف سامان کر رہا ہے۔ انسان نے تن ڈھانپنے کے لیے سب سے پہلے پتوں کا استعمال کیا، پھر جوں جوں وقت گزرتا گیا، اس مقصد کے لیے اُس نے جدید سے جدید طریقوں کا استعمال کیا اور مختلف قسم کے لباس تیار کیے۔ لیکن لباس کے معاملے میں ہر علاقے کا اپنا اپنا دستور رہا ہے۔

پردہ مسلمان خواتین کی پہچان ہے۔ پردے کا بنیادی مقصد تو جسم کو ڈھانپنا ہے۔ تاہم اس حوالے سے مسلمان ممالک میں تنوع پایا جاتا ہے۔ کہیں پر 'عبا' اور کہیں چادر اوڑھی جاتی ہے تو کہیں پر گاؤن اور سکارف لیا جاتا ہے۔

پردے کا لفظی معنی ڈھکے اور چھپے ہونے کے ہیں۔ عربی میں اس کے لیے حجاب کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اصطلاح میں عورت کا اپنے بدن اور چہرے کا چھپانا پردہ کہلاتا ہے۔ قرآن میں پردے کی غرض وغایت اور حکمت یہ بتائی گئی ہے کہ

﴿ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ﴾ (الاحزاب:59)

''یہ پردہ ان کے لیے موجب شناخت (وامتیاز) ہوگا تو کوئی ان کو ایذا نہ دے گا۔''

عورت کا اصل مقام گھر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ﴾ (الاحزاب:33)

''اور تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔''

ایک حدیث مبارکہ میں گھر میں ٹھہرنے کی فضیلت یوں آئی ہے۔ عورتوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! ساری فضیلت تو مرد لے گئے، وہ جہاد کرتے ہیں، ہم کون سا عمل کریں کہ مجاہدین کے برابر ثواب حاصل کرسکیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے جو گھر میں بیٹھے گی وہ اپنا ثواب پائے گی۔'' مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ:

﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ﴾ (الاحزاب:53)

''اور جب تم کو غیر عورتوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔ یہ تمہارے اور اُن کے دلوں کی پاکیزگی کے لیے بہتر ہے۔''

اسی طرح غیر مرد سے بات کرنے کے حوالے سے ارشاد ربانی ہے:

﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ﴾ (الاحزاب:32)

''پس نرم آواز میں بات نہ کرو، مبادا جن کے دل میں کچھ خرابی ہو وہ کسی لالچ میں مبتلا ہو جائیں۔''

آج کل کے بعض علماء نے چہرے کے پردے کو ضروری قرار نہیں دیا، لیکن جمہور علماء چہرے کے پردے کے قائل ہیں۔ اس سلسلے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ﴾ (الاحزاب:59)

''عورتیں (جب باہر نکلا کریں تو) چہروں پر گھونگھٹ کرلیا کریں۔''

پردے کا طریقہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قاضی حضرت عبیدہ سلمانی رضی اللہ عنہ نے پردے کا عملی مظاہرہ کر کے یوں بتایا کہ پوری چادر اوڑھ کر سر، پیشانی اور پورا منہ ڈھانک کر صرف ایک آنکھ کھلی رکھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام کے لیے گھر سے نکلیں تو اپنی چادروں کے پلو اوپر سے ڈال کر اپنا منہ چھپالیں اور صرف آنکھیں کھلی رکھیں۔

سورۃ النور کی آیت نمبر 31 میں ارشاد ہوا:

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ﴾

''آپ مومنات کو حکم دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔''

اظہار زینت کی ممانعت کے حوالے سے فرمایا:

﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ (النور:31)

''اور (عورتیں) اپنی زینت ظاہر نہ کریں۔''

اس وقت پوری دنیا میں ''مسلمان خواتین کا پردہ'' موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ مغربی ممالک کو ہمیشہ مسلمان خواتین کا پردہ کرنا کھٹکتا رہا ہے، لیکن اس سلسلے میں کئی مسلم خواتین نے (پردے) سکارف اوڑھنے پر کئی مقدمات جیتے ہیں۔

مغرب کے عام لوگوں کی رائے یہ ہے کہ پردہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ پردہ کرنے سے مردوں میں شہوت بڑھتی ہے، باوجودیکہ یورپی ممالک میں عورت ایک نمائشی چیز بن کر رہ گئی ہے۔ اہل مغرب کہنے کو تو عورتوں کے حقوق کی ضامن ہیں، لیکن حقیقت میں اُن کے نزدیک عورت کی کوئی حیثیت نہیں۔ اُن کے ہاں اس کا عزت ووقار ختم ہو چکا ہے۔ اور اسی وجہ سے وہاں جرائم کی شرح حد سے بڑھ چکی ہے۔

اس وقت تمام مسلم ممالک میں خواتین پردے کو جدت کے ساتھ اپنا رہی ہیں، لیکن مغربی ممالک میں پردے کو شدید مخالفت کا سامنا ہے۔ ان کی نظر میں پردہ کرنے والی خواتین انتہا پسند اور تنگ نظر ہیں، یہ خواتین مذہبی منافرت پھیلاتی ہیں۔ حالانکہ خود عیسائیت میں راہبائیں بھی پردہ کرتی ہیں اور شادی کے موقع پر دلہن بھی چہرے پر نقاب ڈالتی ہے۔ مغربی ممالک اسے تو اپنی روایت قرار دیتے ہیں، لیکن ہم مسلمانوں کی روایات، ثقافت اور مذہبی حکم کو شدت پسندی، انتہا پسندی، اور تنگ نظری کا نام دیتے ہیں۔ یہ سوچ کہ پردہ کرنے والی خواتین دہشت گرد ہیں، اس سے مغرب کی تنگ نظری اور مسلمانوں کے لیے نفرت سامنے آجاتی ہے۔ 11 ستمبر کے واقعہ کے بعد اس رجحان میں اضافہ ہوا ہے، اور خواتین کو ہراساں کیا جا رہا ہے جو کہ ایک غیر جمہوری عمل ہے۔

فرانس نے اب نئے سرے سے قانون سازی کی ہے اور خواتین کے برقع اور نقاب پر پابندی عائد کردی ہے۔ جرمنی کی حکومت بھی فرانس کی طرح ایسے قوانین وضع کرنا چاہتی ہے، جس سے کسی بھی مذہبی علامت کا تدارک ہوتا ہے۔ ایک عرصے تک جرمنی میں یہی تاثر دیا گیا کہ اس ملک کی اقلیتوں کو مکمل آزادی

حاصل ہے۔ یہاں تک کہ ایک خاتون کو سکارف لینے کی پاداش میں نوکری سے برخاست کیا گیا تو اُس نے مقدمہ کر کے عدالت سے یہ حق جیت لیا، لیکن اب صورتحال بہت بدل چکی بلکہ خاصی گھمبیر ہوگئی ہے، جس

> **اہل مغرب کہنے کو تو عورتوں کے حقوق کی ضامن ہیں، لیکن حقیقت میں اُن کے نزدیک عورت کی کوئی حیثیت نہیں۔ اُن کے ہاں اس کا عزت و وقار ختم ہو چکا ہے۔ اور اسی وجہ سے وہاں جرائم کی شرح حد سے بڑھ چکی ہے**

کا اندازہ جرمنی میں رہ کر ہی ہوسکتا ہے۔ اس وقت بھی جرمنی میں مسلمان استانیوں اور بچیوں کو سکارف لینے سے منع کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ اس سے قبل جرمنی کے آئین کے مطابق اقلیتیں اپنی مرضی کی زندگی گزار سکتی تھیں۔

جرمنی ایک کثیر اقلیتی ملک ہے، جہاں 30 لاکھ کے قریب مسلمان اور 20 لاکھ کے قریب یہودی اور لگ بھگ اتنی ہی تعداد میں دوسرے مذاہب کے افراد آباد ہیں۔ اسی طرح فرانس میں بھی عیسائیت کے بعد اسلام بڑا مذہب ہے۔ پچھلے چند برسوں سے جرمنی کی شہریت حاصل کرنے کا عمل خاصا پیچیدہ کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ عیسائیت کا پیروکار ملک ہے۔ لیکن اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اسلام وہاں قوت بن کر اُبھر رہا ہے، اور نئی نسل اسلام کی طرف راغب ہو رہی ہے۔ اِسی طرح وہاں چرچوں میں تو کمی نہیں ہوئی، البتہ چرچ جانے والوں کی کمی ضرور ہوئی ہے اور یہ بات جرمن حکومت برداشت نہیں کر پا رہی۔ وہ چاہتے ہیں کہ نئی نسل عیسائیت اور مغربی کلچر کے مطابق چلے۔ اسی وجہ سے وہ مسلمان خواتین کو ہراساں اور ان کے خلاف پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ جبکہ جرمنی کے بعض دانشوروں کا کہنا ہے کہ ''اگر ہم نے سکارف پر پابندی لگائی تو اقلیتوں کو راہباؤں کے حوالے سے مطمئن کرنا مشکل ہو جائے گا۔''

غیر تو غیر اکثر ہمارے مسلم معاشرے میں بھی یہ بات کہی جاتی ہے کہ پردہ عورتوں کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ یہ مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے میں جھجک کا باعث ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ پردہ عورت کی ترقی میں حائل نہیں ہوتا بلکہ ترقی کا عمل تیز کرتا ہے۔ کیونکہ اسلام نے عورت اور مرد کا دائرہ کار الگ الگ متعین کیا ہے، تاکہ دونوں اپنے اپنے دائروں میں کام کریں۔ جبکہ پردے کے مخالف عورت کو معاش کا ذریعہ بنانا چاہتے ہیں، اور اس کو اشتہار بنا کر، شمع محفل بنا کر دل بہلانا چاہتے ہیں جو کہ غلط ہے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس سوچ کا خوب جواب دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں ''اب ذرا یہ سوچنے کی بات ہے کہ جو دین عورت کو غیر مرد سے بات کرتے ہوئے بھی لوچ دار انداز میں گفتگو اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور اُسے مردوں کے سامنے بلا ضرورت آواز نکالنے سے بھی روکتا ہے، کیا وہ کبھی اس کو پسند کرسکتا ہے کہ عورت سٹیج پر آ کر ناچے گائے، تھرکے، ناز و نخرے دکھائے؟ کیا وہ اس بات کی اجازت دے سکتا ہے کہ وہ ریڈیو پر عاشقانہ گیت گائے؟ کیا وہ اسے جائز قرار دے سکتا ہے کہ عورتیں ڈراموں میں کبھی کسی کی بیوی اور کبھی کسی کی معشوقہ کا پارٹ ادا کریں اور ہوائی میزبان بنائی جائیں اور خاص طور پر انہیں مردوں کا دل لبھانے کی تربیت دی جائے یا مخلوط مجالس میں بن ٹھن کر آئیں اور مردوں سے خوب گھل مل کر بات چیت اور ہنسی مذاق کریں۔ یہ کلچر آخر کس قرآن سے برآمد کیا گیا ہے؟ خداوند عالم کا نازل کردہ قرآن سب کے سامنے ہے۔ اس میں کہیں اس کلچر کی گنجائش نظر آتی ہو تو اس کی نشاندہی کر دی جائے۔''

(تفہیم القرآن، جلد چہارم، صفحات 89،90)

ہم اپنے مضمون کا اختتام اکبر الٰہ آبادی کے ان اشعار پر کرتے ہیں ۔

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو اُن سے آپ کا پردہ، وہ کیا ہوا؟
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

خلافت فورم

☆ افغانستان جیسے غریب اور پسماندہ ملک میں سپر پاور امریکہ کے کیا مفادات وابستہ ہیں۔
☆ افغان جنگ اس وقت کس مقام پر ہے یعنی امریکہ فاتح ہے یا شکست خوردہ، اور کیا مستقبل قریب میں امریکہ اپنی فوجوں کے انخلاء میں سنجیدہ ہے؟
☆ کیا افغان جنگ کے خاتمے اور وہاں سے امریکی افواج کے اخراج کے حوالہ سے وائٹ ہاؤس اور پینٹا گون اختلاف رائے کا شکار ہو گئے ہیں؟
☆ پاکستان کی سول حکومت اور فوج کے درمیان افغان جنگ کے حوالہ سے اختلافات بدستور موجود ہیں یا اُن میں کوئی کمی آئی ہے؟
☆ پاک فضائیہ کے سربراہ راؤ قمر آن ریکارڈ ہیں کہ سول حکومت جب کہے ہم ڈرون گرا سکتے ہیں لیکن سول حکومت کے اہم رکن رحمان ملک کہتے ہیں ہم ڈرون نہیں گرا سکتے۔ آخر کیوں؟

ان سوالات کا جواب تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ
www.tanzeem.org ''خلافت فورم'' پر سنئے!

تجزیہ کار: **ایوب بیگ مرزا** (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)
میزبان: وسیم احمد

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء و تجاویز media@tanzeem.org پر ای میل کریں

پیشکش: شعبہ سمع و بصر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

فضائلِ خلفائے راشدین

سید منصور علی بخاری

حضرت ابوبکر صدیقؓ

آپؓ خلیفۂ اوّل، اہلِ قریش، صدیق اکبر، یارِ غار۔ ہذا عتیق اللہ فی النار (یعنی آپ آگ سے آزاد شدہ) مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے۔

آپؓ بہ اجماع اہلِ سنت بعد از انبیاء افضل البشر اوّل داخل جنت ہیں۔ (تاریخ خلفاء)

آپؓ افضل المہاجرین رسول اکرم ﷺ کے محبوب ترین نائبِ رسولؐ ہیں۔ (خلافت عمرِ فاروقؓ۔ محمد حسین ہیکل)

حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ سوائے ابوبکرؓ کے کسی کا احسان نہ رہا، روزِ قیامت اللہ تعالیٰ (اُن کا بدلہ) عطا فرمائے گا۔

حضرت عمر فاروقؓ

آپؓ خلیفۂ دوم، اہلِ قریش، فاروق اعظمؓ ہیں۔ آنحضور ﷺ کا فرمان ہے کہ میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ آپؐ نے عمر فاروقؓ کو جنت کی بشارت دی تھی اور فرمایا کہ عمر کی اتنی نیکیاں ہیں جتنی کہ آسمان پر تارے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر فاروقؓ کی نیکیوں کا شمار نہیں۔ صوفی شاعر فرید الدین عطار فرماتے ہیں ؎

خواجہ شرع آفتاب شمع دین،
ظلِ حق فاروق اعظم فخرِ دین

حضرت عثمانؓ

آپؓ خلیفۂ سوم، اہلِ قریش، دامادِ رسولؐ، ذوالنورین ہیں۔ آپؓ وجۂ بیعت رضوان اور اس کے سبب چودہ سو صحابہؓ کو جنت کی بشارت دلانے والے ہیں ؎

یوسف ثانی بقولے مصطفیٰ
بحر تقویٰ و حیا کانِ وفا

(فرید الدین عطار)

حضرت علی شیر خداؓ

آپؓ خلیفۂ چہارم، اہل بیت، دامادِ رسولؐ، برادرِ رسولؐ، آغوشِ رسولؐ میں تربیت پانے والے باب العلم ہیں۔ آپؓ کاتبِ وحی مفسرین میں ابن عباسؓ کے علاوہ اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ مقدمات کے فیصلوں کے لیے سب سے موزوں تھے۔ (ماہنامہ معارف اسلام، دسمبر 1960ء لاہور) صوفی شاعر فرید الدین عطار کہتے ہیں ؎

مصطفیٰ ختم الرسل شد در جہاں
مرتضیٰ ختم ولایت در عیاں

زہد و قناعت

ابوبکر صدیقؓ کے زہد و تقویٰ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ بوقت رحلت آپؓ نے وصیت کی کہ میری فلاں زمین فروخت کر کے وہ تمام رقم جو دورانِ خلافت میں نے وصول کی ہے واپس کر دی جائے۔ غالباً آپؓ کا خیال تھا کہ جو رقم میں نے وصول کی اُس کے مطابق قوم کی خدمت نہ کر سکا۔

عمرِ فاروقؓ کا تقویٰ اس درجہ تھا کہ سادہ غذا کھاتے، موٹا کپڑا پہنتے، تہہ بند پر بارہ بارہ پیوند اور وہ بھی مختلف قسم کے اور سر پر پھٹا ہوا عمامہ ہوتا تھا۔ فتح بیت المقدس کے موقع پر امیر المومنین عمر فاروقؓ اُونٹ کی مہار پکڑے ہوئے پاپیادہ اور غلام اونٹ پر سوار تھا۔

حضرت علیؓ نے اپنی تنخواہ کا معیار وہی رکھا جو ابوبکر صدیقؓ، عمرِ فاروقؓ کی تنخواہوں کا تھا۔ قناعت کا یہ عالم تھا کہ آدھی آدھی پنڈلیوں تک اُونچا تہہ بند پہنتے رہتے اور وہ بھی اکثر پیوند لگا ہوتا تھا۔ خشک کھجوریں اور نان جویں کھا کر خدا کا شکر ادا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک صاحب جاڑے کے موسم میں آپؓ سے ملنے گئے تو دیکھا کہ ایک بوسیدہ چادر پہنے بیٹھے ہیں اور سردی سے کانپ رہے ہیں۔ حضرت علیؓ کے خشوع و خضوع کا یہ عالم تھا کہ انی پائے مبارک سے نکالی گئی اور آپ کو معلوم بھی نہ ہوا۔

جود و سخا

جہاں حضرت ابوبکرؓ سخاوت میں منفرد ہیں کہ جنگ تبوک میں گھر کا تمام مال رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں رکھ دیا، وہاں اسلام سے آپؓ کا والہانہ عشق باپ اور بیٹے کے خون کے رشتے کو قطعاً نظر انداز کر کے آپؓ کو نمایاں کرتا ہے۔ جنگ بدر میں آپؓ کے والد ابو قحافہ اور فرزند عبدالرحمٰن کافروں کی طرف سے للکارتے ہوئے نکلے تو رسولِ اکرم ﷺ سے اجازت چاہی کہ ان دونوں کا سر کاٹ کر لاؤں۔ رسول اکرم ﷺ نے روک دیا کیونکہ خدا کو ان دونوں کا مسلمان ہونا مقصود تھا۔ (سیرت ابوبکر صدیقؓ، محمد حسین ہیکل۔ ترجمہ محمد احمد پانی پتی)

جہاں ابوبکر صدیقؓ نے جنگ تبوک میں گھر کا تمام مال پیغمبرِ اسلام ﷺ کے قدموں میں رکھ دیا تھا، وہاں عثمان غنیؓ رئیس مکہ نے اپنی تمام دولت اسلام کی سربلندی کے لیے وقف کر دی اور خلافتِ صدیقی میں جب لوگ قحط سے بھوکے مر رہے تھے تو ایک ہزار اُونٹوں پر لدا ہوا غلہ مساکین مدینہ میں تقسیم کر دیا۔ آپؓ ہمیشہ اپنا زر و مال مسلمانوں کے مفاد میں دریا دلی کے ساتھ خرچ کرتے تھے۔ مدینے میں میٹھے پانی کا کنواں آٹھ ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے تھے۔ ایک دفعہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ کسی نے جنت میں جگہ خریدنی ہے تو مسجد کے لیے مال لائے تو حضرت عثمانؓ نے ڈھیر لگا دیا۔

اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ ابوبکر صدیقؓ بعد از انبیاء اُمت میں افضل البشر ہیں (تاریخ خلفاء)۔

حضور اکرم ﷺ کا فرمان ''کہ میں حکمت و دانائی کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ۔'' (الترمذی) اس ارشاد کی وضاحت پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے اپنے مضمون ''اعجاز نبی یا شانِ علی'' میں کی ہے کہ جو شخص علم نبی سے فیض یاب ہونا چاہتا ہے وہ علی کی شاگردی اختیار کرے۔ (ماہنامہ معارف اسلام دسمبر 1960ء لاہور)

مولانا عبید اللہ نے اپنی کتاب ''تحفۃ الہند'' میں شرف کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میں گرامی تر اللہ کے نزدیک وہ ہے جو پرہیزگار تر ہے۔ دوسری چیز قرابتِ انبیاء و اولیاء ہے۔ جس شخص کو جتنا (باقی صفحہ 16 پر)

اندرونی خطرات ٹلتے کیوں نہیں؟

محمد سمیع

ہمارے موجودہ آرمی چیف جنرل اشفاق پرویز کیانی اس وقت چومکھی جنگ لڑنے میں مصروف ہیں۔ ایک طرف انہیں اندرون ملک خطرات سے نمٹنا پڑ رہا ہے تو دوسری جانب ''دہشت گردی'' کے خلاف نام نہاد عالمی اتحاد میں اس کے فرنٹ اسٹیٹ کے کمانڈران چیف کی حیثیت سے انہیں امریکہ اور دیگر اتحادی ممالک سے معاملات طے کرنے کا دشوار مرحلہ درپیش ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمارے فوجی طالع آزماؤں نے ماضی میں اپنے عزائم کی تکمیل کی خاطر جس طرح فوج کے ادارے کو استعمال کیا اور اس کے نتیجے میں فوج اور عوام میں جو دوری ہی نہیں بلکہ بدظنی بھی پیدا ہوئی ہے، اِس کے ازالے کے لئے انہوں نے جس قسم کے اقدامات کئے ہیں اور فوج کے وقار کو بحال کیا ہے، ان تمام معاملات میں قومی اور عالمی سطح پر ان کے بارے میں جو رائے بنی ہے وہ خاصی اطمینان بخش ہے۔ ان تمام محاذوں پر وہ کامیاب نظر آتے ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ گزشتہ تین برسوں کے دوران انہیں بھی طالع آزمائی کے بیشتر مواقع میسر آئے ہیں لیکن انہوں نے اپنے طرزعمل سے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ ایک سولجر کی حیثیت سے اپنے اختیارات اور حدود سے اچھی طرح واقف ہیں۔

جنرل اشفاق پرویز کیانی نے حال ہی میں ایک ایسا بیان دیا ہے جو پوری قوم کے لئے دعوت فکر کی حیثیت رکھتا ہے۔ انہوں نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ ملک کو بیرونی نہیں، اندرونی خطرات لاحق ہیں اور سوویت یونین بھی اسی وجہ سے ٹوٹا۔ ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگ ان کے بیان سے سو فیصد اتفاق نہ کریں کیونکہ یہ واقعہ ہے کہ وطن عزیز کو صرف اندرونی ہی نہیں بیرونی خطرات بھی لاحق ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ماضی میں اور آج بھی ہمارے اندرونی خطرات ہی نے بیرونی خطرات کو دعوت دی ہے۔ آیئے، اس حوالے سے اپنی ملکی تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں۔

اس اختلاف سے قطع نظر کہ وطن عزیز کے قیام کی تحریک کی وجہ ہندوؤں کے غلبے کا خوف تھا یا یہ ایک اسلامی ریاست کا قیام مطلوب تھا، یہ حقیقت ہے کہ مختلف علاقائی، نسلی، لسانی اور مذہبی گروپوں میں بٹے ہوئے مسلمانان ہند کو اگر کسی قوت نے ایک پلیٹ فارم پر مجتمع کیا تو وہ اسلام اور صرف اسلام تھا۔ ہندوؤں کا خوف اگر انہیں متحد کرسکتا تو مسلمانوں کے کچھ مخصوص طبقات تقسیم ہند کی مخالفت نہ کرتے۔ ان کا بس اس لئے نہیں چلا کہ مسلمانان ہند اسلام کے نام پر متحد ہوچکے تھے۔ ''پاکستان کا مطلب کیا: لا الہ الا اللہ'' کے نعرہ کے زیر اثر یہ نعرہ بھی عوام میں مقبول ہوچکا تھا کہ ''مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ''، جس کے نتیجے میں وہ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر جمع ہوگئے تھے۔ لیکن آخر کیا وجہ ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی ریاست اپنے قیام کے ربع صدی کی تکمیل سے قبل ہی دولخت ہوگئی اور اب بھی بقیہ ماندہ پاکستان کی مزید تقسیم ہوجانے کے خوف نے ہم پاکستانیوں کے ذہنوں پر اپنا تسلط جما رکھا ہے۔ وطن عزیز کے تقریباً ہر فرد کے ذہن میں ایک ہی سوال ہے کہ ہمارے ملک کا کیا بنے گا۔ اگر ہم اپنی ملکی تاریخ کا بغور جائزہ لیں تو اس کی وجہ آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ ہم نے قیام پاکستان کے بعد اسلام کے نظام عدل اجتماعی یعنی نظام خلافت کو اختیار کرنے کی بجائے اپنے سابقہ فرنگی آقاؤں جن کے ہم آج تک ذہنی طور پر محکوم نظر آتے ہیں، ہم نے جمہوریت کو اپنا رکھا ہے اور قوم کی تسلی کے لئے اول دن سے ہی ہم اسے مسلمان بنانے کی ناکام کوششوں میں مصروف ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہم نہ گھر کے رہے ہیں اور نہ گھاٹ کے۔ نہ مغرب کا یہ نظام اپنی اصلی صورت میں یہاں ایک دن کے لئے بھی نافذ ہوسکا ہے اور نہ دستور میں شامل کی گئی اسلامی دفعات اسے اسلامی رنگ میں ڈھال سکی ہیں۔ ہر گزرتے دن نے یہ ثابت کردیا ہے کہ ٹاٹ پر مخمل کا پیوند لگا کر اسے مخملی قالین نہیں بنایا جاسکتا۔ مغربی جمہوریت ایک مشرکانہ، سرمایہ پرست نظام ہے۔ ''طاقت کا سرچشمہ عوام'' کے فلسفے کے نتیجے میں پارلیمنٹ کی بالادستی کو ختم نہیں کیا جاسکتا، چاہے آپ اپنے دستور میں جتنی اسلامی دفعات شامل کرلیں۔ ورنہ ایک مسلمان جج قرارداد مقاصد کو دستور کی دیگر دفعات کے مساوی قرار دے کر فیصلہ جاری نہ کرتا۔

صرف نظام خلافت ہی عدل کا ضامن ہے، اس لئے کہ اس کے عطا کرنے والے خالق نے اپنی مخلوق کے بارے میں یہ فرمادیا ہے کہ ''کیا وہ ہی اسے نہیں جانے گا جس نے اسے پیدا کیا ہے۔'' انسانی ذہن مختلف قسم کے تعصبات سے کبھی عاری ہو ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا کسی انسانی ذہن کا تخلیق کردہ کوئی نظام تعصبات سے پاک ہو ہی نہیں سکتا، خواہ دستور بنانے والا کوئی مرد ہو یا عورت، آجر ہو یا اجیر یا انسانوں کی کوئی بھی تقسیم پر مبنی طبقات ہوں۔ ہر گروہ ایسا نظام تخلیق کرے گا جو اس کے مفادات کے تحفظ کا ضامن ہو، خواہ کسی دوسرے گروہ کو اس سے کتنا ہی نقصان کیوں نہ پہنچے۔ اللہ چونکہ اپنی مخلوقات کی تمام احتیاجات سے واقف ہے بلکہ وہ عادل بھی ہے۔ اس کے اسمائے حسنیٰ میں ایک اسم ''العدل'' بھی ہے۔ ہم نے غیر اللہ کے نظام کو اختیار کیا، لوگ عدل سے محروم رہے۔ ظلم کا راج رہا اور اب بھی ہے۔ لوگوں کے حقوق پر دست درازی ہوتی رہی۔ ان کا استحصال ہوتا رہا۔ ان میں احساس محرومی پیدا ہوتی رہی۔ ملک دولخت ہوا۔ آج بھی یہی صورتحال جاری ہے۔ بلوچستان میں علیحدگی کا فتنہ روزافزوں ہے۔ قبائلی علاقوں میں جو کچھ ہورہا ہے، اس کے منفی نتائج کو روکا نہیں جاسکتا۔ چھوٹے صوبوں کو بڑے صوبے کا خوف ہے۔ کون نہیں جانتا کہ کالاباغ ڈیم اسی لئے نہیں بن پارہا۔ حالانکہ بھارت پاکستان کو ریگزار میں تبدیل کرنے کی جو کوششیں کررہا ہے وہ ظاہر و باہر ہیں۔ ان معاملات کو وطن عزیز کے دیگر معاملات پر قیاس کرلیجئے۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ ہم اللہ سے کیا ہوا اپنا وعدہ پورا کریں۔ صرف اسی صورت میں اندرونی خطرات بھی ٹل سکتے ہیں اور بیرونی خطرات کے درآنے کی راہیں بند ہوسکتی ہیں۔ ظلم کے نظام سے اپنا تعلق ختم کیجیے، عدل پر مبنی نظام خلافت کے قیام کی کوششوں سے جڑ جایئے۔ اسی میں ہماری نجات ہے۔

شکریہ انکل سام!

حافظ شفیق الرحمٰن

جب امریکا اور سابق سامراجی ممالک برطانیہ، فرانس اور جرمنی کے اتحادیوں نے ''افغانستان کی اسپنائزیشن'' کے لیے امیر المومنین ملاعمر مجاہد کی حکومت کو سینہ زوری اور غنڈہ گردی، بدمعاشی، نیم جوہری اسلحہ اور وحشیانہ کارپٹ بمبنگ کے ذریعے ختم کر دیا تو ہمارے ہاں کے نام نہاد ''لبرل'' دانشوروں نے اس غیر جمہوری، غیر اخلاقی اور غیر انسانی اقدام کو سراہا۔ انہوں نے بغلیں بجائیں کہ افغانستان کو ''تھیوکریسی'' سے نجات مل گئی اور اب یہاں لبرل حکومت قائم ہوگی۔ گویا لبرل حکومت کے قائم ہوتے ہی آسمان سے ڈالروں کی بارش ہوگی، چند چھینٹے پڑتے ہی زمین سے سونے چاندی کی لہلاتی فصل کے اکھوے پھوٹیں گے اور ہر سو ہریالی، فارغ البالی اور خوشحالی کا دور دورہ ہوگا۔ روٹی کے سوکھے ٹکڑوں کو ترسنے والے افغانیوں کے ''بے آب ودانہ دسترخوان'' پر مٹیا محل کے نواب واجد علی شاہ کے دسترخوان کی طرح رنگارنگ اور پُر تکلف ماکولات و مشروبات سجے نظر آئیں گے۔

افغانستان میں لبرل حکومت قائم ہوئی اور لبرل دانشوروں کی خوش فہمیوں کے علیٰ الرغم حالات اس حد تک دگرگوں ہوئے کہ ایک مغربی خبر رساں ایجنسی کو یہ رپورٹ شائع کرنا پڑی کہ ''افغانستان کے بعض علاقوں کے لوگ گھاس کھانے پر مجبور ہو چکے ہیں، لوگ جو اور گھاس سے بنی روٹی کھا کر اپنے پیٹ کی آگ بجھا رہے ہیں'' اس رپورٹ کے ساتھ ''بطور سند'' ایک تصویر بھی شائع ہوئی۔ جو اور گھاس کی آمیزش سے تیار یہ ''شاہانہ طعام'' جنہیں میسر تھا وہ ان لوگوں کی حالتِ زار پر ترس کھا رہے تھے، جنہیں گھاس میں ملانے کے لیے مٹھی بھر جو تک بھی میسر نہ تھے۔ ''رجعت پسند ملاؤں'' کے دور میں افغانستان کے عوام کو کم از کم دو وقت کی آبرومندانہ روٹی تو مل رہی تھی، اس دور میں چشم فلک یا کسی مغربی خبر رساں ایجنسی کے نمائندے کے کیمرے کی آنکھ نے انہیں فاقوں سے مجبور ہو کر گھاس پھونس تو کھاتے نہیں دیکھا تھا......لیکن......ترقی پسند مسٹروں کے عہد میں وہ جانوروں کی طرح گھاس چرنے کے بعد صبح و شام امریکہ نواز لبرل حکمرانوں کی ''درازیٔ عمر'' کی ''دعا'' مانگ رہے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ہزاروں این جی اوز اور مسیحی مشنری ادارے کہاں ہیں، جو طالبان کے عہدِ حکومت میں افغانستان میں ''امداد پہنچانے'' کے بہانے داخل ہو کر عیسائیت کی تبلیغ اور امریکہ کے لیے جاسوسی کرنا چاہتے تھے؟ اس دور میں تو پاکستان ہی کے چند خیراتی اداروں کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ دس سالہ روسی جنگ کی تباہ کاری، شمالی اتحاد کی بھڑکائی خانہ جنگی کی آگ اور اقوام متحدہ کی عائد کردہ ناروا اقتصادی پابندیوں کے ستائے افغان عوام تک امدادی سامان اور خوراک پہنچاتے رہے۔ الرشید ٹرسٹ، مسلم ہینڈز اور اُمہ تعمیرِ نو کی خدمات سے ہر افغانی بخوبی واقف ہے۔ جانے نہ جانے ''گل'' ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے...... یہ ادارے کم از کم پانچ لاکھ افغانیوں کو ہر روز دو وقت کی روٹی فراہم کیا کرتے لیکن سامراجیوں کے دباؤ پر پاکستان کی ''دابو+ بابو'' حکومت نے انسانی خدمت پر ماموران عظیم فلاحی اور رفاہی اداروں کی سرگرمیوں پر بھی پابندی عائد کر دی۔ اب افغانستان میں لبرل لٹیرے حکمران جنگل کے قانون کا نفاذ کر رہے ہیں۔ ماڈریٹ امریکیوں اور لبرل افغانیوں کی مہربانیوں نے افغانستان کو واقعی پتھر کے دور میں پہنچا دیا ہے۔ اب ''نیچرل ڈریس'' میں ملبوس افغان عوام ''مزے مزے سے'' گھاس ایسی ''غذائیت اور ذائقے سے بھرپور'' فطری خوراک سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ ہر افغانی کے ہونٹ پر کلمات تشکر ہیں۔ وہ ''رُوبہ وائٹ ہاؤس'' ہیں اور کورس میں ''تھینکس انکل سام، تھینکس انکل سام'' کا موسٹ پاپولر گیت الاپ رہے ہیں۔

دیکھیے! افغانستان کی فضاؤں میں سیکولرازم کے صرف چند منحوس سایوں کو منڈلانے اور پھڑپھڑانے کا موقع ملا ہے اور نتیجتاً افغان عوام گھاس زہر مار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ افغان عوام گھاس کھا رہے ہیں اور کابل میں امریکا کے متعینہ خوش خوراک افغان حکمران مغربی محافظوں کے حصار میں ہمسایہ ممالک کے فائیو سٹار ہوٹلوں سے درآمد شدہ ''وی آئی پی'' کھانوں پر ہاتھ صاف کرنے کے بعد ''تھینکس انکل سام'' کے ترانے الاپ رہے ہیں۔ اگر غزنوی، غوری اور ابدالی کی دھرتی پر امریکنائزڈ ماڈریٹ حکمرانوں کا تسلط چند برس مزید قائم رہا تو افغان عوام کو بھی فاقوں سے ڈسے پاکستانی عوام کی طرح خودسوزیوں اور خودکشیوں ہی میں عافیت دکھائی دے گی۔

طالبان کو صرف اس جرم کی پاداش میں سامراج اور اس کے حلیفوں کی دہشت گردی کا نشانہ بننا پڑا کہ انہوں نے سامراج کی دہلیز پر سجدہ ریز ہونے سے انکار کر دیا تھا۔ حالانکہ یہ وہی طالبان اور ان کے رہنما تھے، جنہیں امریکی حکام بارہا یہ پیشکش کر چکے تھے کہ اگر وسط ایشیا کے معدنی ذخائر اور بحیرہ کیسپین کی تہہ میں چھپی تیل کی بیش بہا دولت تک رسائی میں مدد دینے کے لیے ان کے آلۂ کار اور مرغ دست آموز بن جائیں تو ان کے ہر رہنما کے فارن کرنسی اکاؤنٹس میں ''دستِ غیب'' سینکڑوں ملین ڈالر فی کس کے حساب سے جمع کروا دے گا۔ ایک ایسے ہی لکھ لُٹ امریکی حاتم طائی نے طالبان حکام کو رام کرنے کے لیے یہ ڈپلومیٹک منتر پڑھا تھا:

Either you accept our offer of a carpet of gold or we bury you. under a carpet of bombing.

ملا عمر اور طالبان تو 7 اکتوبر 2001ء کے بعد 37 روز تک امریکا اور اس کے 45 حواری ممالک کی بدترین جارحانہ دہشت گردی کے سامنے سینہ سپر رہے۔

طالبان کی اس سینہ سپری اور جگر داری نے بسالت اور شجاعت کی تاریخ میں کئی نئے روشن ابواب کا اضافہ کیا۔ ملاعمر اور طالبان جانے کس مٹی کے بنے ہوئے تھے؟ یہ بے مثال قائد اور بینظیر تنظیم تھی کہ جس کے اکثر ارکان نے ڈیزی کٹر بموں کی بارش، وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کی گھن گرج اور کروز میزائلوں کی طوفانی آندھی میں بھی حمیت اور غیرت کے چراغ کی لو کو ختم نہ ہونے دیا۔ صد شکر کہ ملاعمر کے ساتھی اور پیروکار بینظیر کی طرح آکسفورڈ یونیورسٹی کے آزاد اور بے باک ماحول کے پروردہ نہیں تھے۔ صد شکر کہ طالبان کی قیادت کوئی ایف اے پاس فور سٹار جنرل نہیں کر رہا تھا۔ صد شکر کہ ان کا وزیر خزانہ کسی عالمی مالیاتی ادارے کا در پردہ تنخواہ دار نہیں تھا۔ وگرنہ ہمارے حکمرانوں کی طرح وہ بھی ''مونگ پھلی کے دانے'' پر پھسل جاتے اور اپنی اس پھسلن اور لغزش پر شرمندہ ہونے کی بجائے جامے میں پھولے نہ سماتے۔

طالبان کو کہا گیا کہ ہماری بات مان لو ورنہ ہم تمہیں پتھر کے زمانے میں پہنچا دیں گے۔ طالبان سپیس ایج میں سٹون ایج کی درندگی اور حیوانیت کا مظاہرہ کرنے والے غیر مہذب امریکی حکام کی اس پتھریلی دھمکی کے سامنے فولادی چٹان کی طرح ڈٹ گئے۔ ہمیں 14 ستمبر 2001ء کی شب پچھلے پہر کولن پاول کا ایک ٹیلی فون آیا اور ہم اپنی قومی خودمختاری سے رضا کارانہ دستبردار ہوگئے۔ ہمیں بھی کہا گیا کہ بتاؤ اکیسویں صدی میں زندہ رہنا چاہتے ہو یا پتھر کے دور میں پہنچنا چاہتے ہو؟ اگر اکیسویں صدی میں زندہ رہنا چاہتے ہو تو ہوائی اڈے ہمارے حوالے کر دو، فضائیں ہماری تحویل میں دے دو، بندرگاہیں ہمیں اپنے تصرف میں لانے دو، فلاں فلاں افراد کو ایٹمی اداروں سے فارغ کر دو، فلاں فلاں ایٹمی سائنسدانوں کو گرفتار کر لو، فلاں فلاں کے اثاثے منجمد کر دو۔ ریڈیو اور ٹی وی پر ''دہشت گردی، دہشت گردی'' کی رَٹ لگاؤ اور ہماری قصیدہ خوانی کرو۔ اسلام کی بات مت کرو، صرف پاکستان کی بات کرو، آئی ایس آئی کی نکیل ہمارے ہاتھ میں تھما دو، جہاد کی باتیں کرنا چھوڑ دو، جہادی تنظیموں پر پابندی عائد کر دو، جہادی کیمپ بند کر دو، دینی جماعتوں کا ناطقہ بند کر دو، حقیقی علماء کو نقاب پوش دہشتگردوں کے ذریعے راستے سے ہٹا دو، اسلام کے نام لیواؤں کو پابند سلاسل کر دو، دینی مدارس کو زہر دے کر مارنے کی بجائے گڑ دے کر مارو، بھارت کا فلاں اور فلاں حکم مانو، فلاں اور فلاں کو ہمارے حوالے کر دو اور نہ جانے کیا کیا کچھ کہنے والوں نے کہا اور ماننے والوں نے گردن نیاز خم کر کے مان لیا......صد شکر کہ ہم پتھر کے زمانے میں نہیں پہنچے......B52 بمبار طیارے کے فراٹے، کروز میزائل کے دھوئیں اور موبز کی ارڑدھم کے تصور ہی سے ہمارے ہاتھ پاؤں پھول گئے ...... ہاتھ پاؤں پھول گئے تو کیا ہوا؟ یہی ناں کہ ایک ہاتھ سے انا کا پرچم گر گیا اور دوسرے سے خودداری کی تیغ چھوٹ گئی! دیکھو! انا کے پرچم اور خودداری کی تیغ سے دستبرداری کے باوجود ہمارے دونوں ہاتھ خالی نہیں۔ ہم نے ایک میں امریکی وفاداری کا جام اور دوسرے میں لبرل ازم کا ساز تھام لیا ہے۔ جاموں کی کھنک اور سازوں کی چھنک میں صد شکر ہم اکیسویں صدی میں سانس لے رہے ہیں...... تھینکس انکل سام!

تھینکس انکل سام! کہ آپ نے جمہوریت کے اکلوتے پالنہار ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود پاکستان میں باوردی جرنیلی جمہوریت کے سر پر سے ایک طویل مدت تک اپنا دست شفقت نہیں اٹھایا۔ تھینکس آنٹی کنڈولیزا رائس! آپ نے جاگیرداریت، جہالت، عسکریت زدہ سیاست، وردی گزیدہ جمہوریت، غربت، پسماندگی اور فاقوں میں گھرے پاکستان کی اقتصادی ترقی کو سراہتے ہوئے اسے اسلامی دنیا کے لیے ایک ماڈل قرار دیا تھا۔ عہد پرویزیت کے حقائق ناآشنا امریکنائزڈ ماہرین تعلیم نصاب سے آیات جہاد نکالنے ہی کو روشن خیالی اور رواداری کا مظہر قرار دیتے رہے جبکہ امریکہ اور مغرب کے ماڈریٹ، لبرل اور سیکولر ماہرین تعلیم کے نزدیک علم، سائنس اور ٹیکنالوجی کے فروغ کا مقصد یہی ہے۔

Men should be educated for war and women for the recreation of warriors, everything else is false.

(بشکریہ روزنامہ ''دن'')

پکار

جہادِ افغانستان:

وارثانِ منبر ومحراب، ہوش کیجیے!

یعقوب عمر

لائق احترام وارثان منبر ومحراب! کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کی نظروں کے سامنے اور آپ کی ناک کے نیچے افغانستان میں بے گناہ عورتوں، بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کے قتل عام کے لیے سارے عالم کی کافر و یہودی وعیسائی، مشرک اور منافق فوجوں کے لیے ہر قسم کا فوجی اسلحہ اور دیگر ساز وسامان (جس میں شراب اور سور کا گوشت بھی شامل ہے) پاکستان کی حکومت کے منافقانہ طرزعمل کی وجہ سے اور فوج کی سرپرستی اور نگرانی میں گزشتہ دس سالوں سے تسلسل سے افغانستان جا رہا ہے اور جیکب آباد میں قائم امریکی فوجی اڈوں اور دیگر مقامات سے کافر فوجوں کے ڈرون طیارے اڑ کر وزیرستان کے بے گناہ مسلمانوں کو قتل کر رہے ہیں۔

غور کیجیے! ہوش کیجیے! یہ سب کچھ آپ کے اسلامی ملک پاکستان کی سرزمین سے ہو رہا ہے۔ اُٹھیئے، کافر فوجوں کی مدد کے لیے پاکستان کے راستے جانے والے ان فوجی قافلوں کو رکوانے اور یہاں سے امریکی فوجی اڈے ختم کرانے کے لیے حکومت پاکستان اور فوج سے شدید احتجاج کیجئے اور حکومت کو وارننگ دیجیے، بصورت دیگر ان قافلوں کو روکنے اور ان فوجی اڈوں کو ختم کرانے کے لیے آپ اپنی سیاسی جماعتوں کو اکٹھا کر کے یا پھر اپنی اپنی چھوٹی یا بڑی جماعتوں کے ذریعے عملی جدوجہد کیجیے، اس سے پہلے کہ آپ کا شمار علماء سُو میں ہونے لگے۔

یہ وقت ہے امتحان کا! جہاد کی راہیں آپ کو پکار رہی ہیں، بلا رہی ہیں۔ آپ پر فرض ہے کہ آزمائش کی اس گھڑی میں اپنی اولاد، مال، گھر اور کاروبار کو خیر باد کہہ کر خدا کی راہ میں نکل پڑیں اور مسجد، مدرسہ اور منبر و محراب کے وارث ہونے کا عملی ثبوت دیں۔

یاد رکھیے، شہادت ایک عظیم موت اور تحفہ خداوندی ہے۔ شہید مرتا نہیں، ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔

ناظم حلقہ پنجاب پوٹھوہار کی دعوتی سرگرمیاں

7 مارچ 2011 کو ناظم حلقہ پنجاب پوٹھوہار مشتاق حسین تنظیم میں نئے شامل ہونے والے رفیق سلطان منصور کیانی کی دعوت پر درسِ قرآن کے لیے دینہ گئے۔ یہ درس بعد نماز ظہر سلطان منصور کے گھر پر ہوا۔ اس میں مقامی احباب کے علاوہ تنظیم اسلامی جہلم کے چند رفقاء نے بھی شرکت کی۔

10 مارچ کو ناظم حلقہ نے سکھو کے مقام پر درس قرآن دیا، جس میں مقامی احباب شریک ہوئے۔

20 مارچ کو دینہ میں رفیق تنظیم سلطان منصور کیانی کے گھر پر بعد نماز ظہر دوبارہ درس قرآن ہوا، جس میں تنظیم اسلامی جہلم کے رفقاء کے علاوہ احباب نے بھی شرکت کی۔

22 مارچ کو ناظم حلقہ نئی قائم ہونے والی تنظیم جاتلاں کے امیر کے چناؤ کے لیے سہ پہر چار بجے فضل پور کی مسجد میں پہنچے۔ قبل از نماز عصر امیر کے چناؤ کا عمل مکمل ہوگیا۔ امیر حلقہ نے بعد نماز عصر اُسی مسجد میں درس قرآن دیا۔ مغرب سے کچھ پہلے وہ معتمد حلقہ کے ساتھ میر پور روانہ ہوگئے۔ میر پور میں بعد نماز مغرب غازی مسجد میں درس قرآن دیا۔ وہاں سے رات گئے واپس گوجر خان روانگی ہوئی۔

26 مارچ کو ناظم حلقہ ایک رفیق تنظیم کی دعوت پر تحصیل سوہاوہ کے دور دراز پہاڑی علاقہ میں دشوار گزار راستوں سے ہنگالہ کے مقام پر درس قرآن کے لیے گئے۔ بعد نماز عشاء درس قرآن دیا۔ وہاں سے رات گئے واپس گوجر خان پہنچے۔ اللہ تعالیٰ ہماری یہ ادنیٰ سی کاوش اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین

(رپورٹ: رفیق تنظیم)

تنظیم اسلامی نوشہرہ کے زیر اہتمام ایک روزہ دعوتی اجتماع

تنظیم اسلامی نوشہرہ کے زیر اہتمام ایک روزہ دعوتی اجتماع 13 مارچ 2011ء بروز اتوار دو بجے تا رات آٹھ بجے الہدیٰ سکول اینڈ کالج نوشہرہ کینٹ میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز قاری محمد اقبال نے تلاوت قرآن حکیم سے کیا۔ بعد ازاں انہوں نے پشتو میں حمد یہ کلام سُنایا۔ سٹیج سیکرٹری کی ذمہ داری امیر مقامی تنظیم قاضی فضل حکیم نے ادا کی۔ ابتدائی کلمات کے بعد اُنہوں نے ڈاکٹر حافظ محمد مقصود کو جو مردان سے آئے تھے ''ایمان حقیقی کا قرآنی تصور اور اس کے حصول کے ذرائع'' کے موضوع پر خطاب کی دعوت دی۔ انہوں نے قرآن وحدیث کی روشنی میں بتایا کہ ایمان حقیقی کا حاصل فرد کا داخلی اور خارجی امن ہے۔ ایمان سے انسان داخلی طور پر ذہنی وفکری گمراہیوں سے نجات اور قلبی طور پر خوف وحزن سے چھٹکارا پاتا ہے اور خارجی طور پر اُس کے وجود سے خیر اور بھلائیاں پھیلتی ہیں اور اعمال صالحہ کا ظہور ہوتا ہے۔

اس کے بعد امیر تنظیم اسلامی پشاور صدر محمد جمشید عبداللہ نے ''عمل صالح کا قرآنی تصور'' کے موضوع پر وائٹ بورڈ کی مدد سے لیکچر دیا۔ انہوں نے آیات قرآنی کے حوالے سے بتایا کہ ایمان کے بعد انسان کی نجات عمل صالح میں ہے، جو جنت میں داخلے کا سبب بنے گا۔ اللہ تعالیٰ کو صرف وہی عمل قبول ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اور نبی اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہو۔ عمل صالح کی جامعیت کی بنیاد فہم دین کی وسعت پر ہے اور قرآن عمل صالح کا جامع تصور پیش کرتا ہے۔

بعد نماز عصر چائے کے لیے وقفہ کیا گیا۔ وقفے کے بعد پشاور سے آئے ہوئے ایک رفیق تنظیم نے ''کارِ رسالت اور ہماری ذمہ داریاں'' کے موضوع پر سوال و جواب کے دلچسپ انداز میں گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ کارِ رسالت حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر تشریف لانے کے ساتھ ہی شروع ہوا۔ انہوں نے قرآنی آیات سے دلائل دیتے ہوئے بتایا کہ نبوت و رسالت اللہ کی عنایت ہوتی ہے اور یہ طلب کرنے سے نہیں ملتی۔ کارِ رسالت کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کے حضور بروز قیامت کوئی انسان یہ عذر پیش نہ کر سکے کہ صراط مستقیم بتانے والا کوئی نہ تھا۔ نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہ امتیازی خصوصیت عطا فرمائی کہ وہ رحمت للعالمین ﷺ اور کل نوع انسانی کے لیے رہنما بنائے گئے۔ آپؐ نے انتہائی مختصر عرصے میں خالص انسانی سطح پر جدوجہد کرکے اللہ کے دین کو عملاً نافذ کرکے دکھایا۔ اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ آپؐ کی اس دعوت کو عملاً پوری دنیا پر قائم کرنے کے لیے جدوجہد کریں۔

نماز مغرب کے بعد واہ کینٹ سے آئے ہوئے رفیق جناب شفاء اللہ نے ''اقامت دین کا نبویؐ طریقہ کار'' کے موضوع کو نہایت دلنشین انداز میں بیان کیا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ دین کی دعوت دینے اور اُسے قائم کرنے کا صرف ایک ہی مؤثر اور جامع طریقہ ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے نبی اکرم ﷺ نے عملاً دکھا دیا۔ غارِ حرا میں نبی اکرم ﷺ جو عبادت کیا کرتے تھے وہ دراصل غور وفکر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں آپؐ کی اِسی کیفیت کے بارے میں فرمایا، اللہ نے تجھے حق کا متلاشی پایا تو ہدایت دے دی۔ اور یہی وہ حق کی ہدایت تھی جسے نبی اکرم ﷺ نے بندگان خدا کے لیے لائحہ عمل بنا کر پیش کیا۔

پروگرام کے اختتام پر نماز عشاء ادا کی گئی۔ رات کے کھانے کے بعد شرکاء کا تفصیلی تعارف حاصل کیا گیا۔ اس اجتماع میں کتب اور سی ڈیز کا سٹال بھی لگایا گیا تھا، جس سے شرکاء نے بھرپور استفادہ کیا۔ اس اجتماع میں 28 رفقاء اور 70 کے قریب احباب نے شرکت کی۔

(رپورٹ: جاں نثار اختر، ظفر علی)

تنظیم اسلامی نوشہرہ کے زیر اہتمام دعوتی اجتماع

تنظیم اسلامی نوشہرہ کا دعوتی اجتماع 16 مارچ 2011ء کو زیارت کاکا صاحب کی مرکزی جامع مسجد میں بعد نماز مغرب منعقد ہوا، جس کا اہتمام تنظیم میں نئے شامل ہونے والے رفیق مولانا فیاض علی شاہ نے کیا تھا۔ پروگرام کے شرکاء کی تعداد سے اندازہ ہوا کہ مولانا صاحب نے اس پروگرام کے لیے پہلے سے بہت محنت کی تھی اور لوگوں کو اس پروگرام کے لیے بڑے اہتمام سے دعوت دی تھی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ انہوں نے پورے گاؤں کی تمام مساجد میں اعلانات کرائے تھے اور تمام ائمہ مساجد کو بھی خصوصی دعوت دی تھی۔ رفقاءِ تنظیم مغرب کی نماز کے لیے مسجد پہنچ گئے تھے۔ پروگرام کا آغاز نماز مغرب کے بعد ہوا۔ امیر تنظیم اسلامی نوشہرہ قاضی فضل حکیم نے ''عبادتِ رب'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ انہوں نے حاضرین پر واضح کیا کہ عبادت صرف نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی ادائیگی کا نام نہیں، بلکہ زندگی کے تمام گوشوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے جذبے سے اُس کی بندگی وغلامی ہے۔ اس اجتماع میں 150 سے زائد افراد نے شرکت کی۔

(مرتب: نور القادر)

معمار پاکستان نے کہا:

''پاکستان 14 اگست 1947ء کو عظیم اسلامی ریاست کی حیثیت سے معرض وجود میں آیا۔ یہ دنیا میں پانچویں بڑی اسلامی مملکت ہے۔ پاکستان کا آئین، آئین ساز اسمبلی نے بنانا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ آئین جمہوری اور اسلام کے مسلّمہ قوانین پر مبنی ہوگا۔''

(27 فروری 1948ء کو امریکی عوام سے ریڈیو پر خطاب)

In a nutshell, all the French politicians are exploiting societal divisions, fear of Islam, xenophobia and deliberately singling out Muslims for political gains especially after the far-right National Front party's popularity has soared after its leader compared Muslims praying in the streets outside overcrowded mosques to the Nazi occupation of France. But unknowingly these opportunist politicians are creating very dangerous interfaith tensions with the Muslims, putting communal harmony at risk in their country. The French government has plunged the country into an identity crisis making it hard to understand what it means to be French and what constitutes French values.

(*Courtesy: daily "The News"*)

۞ ۞ ۞

نیوز آف دی ویک

خبر ”قومی مفاہمتی حکومت کے قیام کی کوششیں فیصلہ کن مرحلے میں داخل“

تبصرہ: بجٹ کی آمد آمد ہے، لہٰذا حکومت کا حال یہ ہے کہ ٹانگیں کانپ رہی ہیں، ہاتھ پاؤں پھول رہے ہیں اور اگر یہ بھی کہا جائے کہ کلیجہ منہ کو آرہا ہے تو کوئی غلط نہیں ہوگا کیونکہ بجٹ کی منظوری تو بہت بڑی بات ہے۔ آئین کے مطابق اگر کوئی فنانس بل بھی حکومت اگر پاس کروانے میں ناکام ہو جائے تو اُسے استعفا دینا پڑتا ہے۔ لہٰذا جوں جوں بجٹ پیش کرنے اور منظور کروانے کا مرحلہ قریب آرہا ہے، حکومت جاں بلب مریض کی مانند نظر آرہی ہے اور ایوانِ صدر سے مختلف جماعتوں کے نمائندوں اور قائدین کو مدعو کر کے جناب صدر اس طرح کی صدائیں لگا رہے ہیں ”وزیر بنوالو“، ”گورنر بدلوالو“، ”سفارت لے لو“، ”مشیر بنوالو“، ”مونس الٰہی چھڑوالو“ میری کرسی کے علاوہ جو چاہو مانگو، منہ مانگا ملے گا۔ یہاں تک کہ وہ یہ تک صدائیں نہیں لگاتے کہ ”ہر اک مال دو دو آنے“ بلکہ مفت بازار کے قائل ہیں اور مالِ مفت کے لیے گاہکوں کے انتظار میں ہیں، تاکہ قومی مفاہمتی حکومت قائم ہو سکے۔ از طرف صدر مملکتِ خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان۔

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

”قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 فیصل آباد“ میں

مبتدی تربیتی کورس

1 تا 7 مئی 2011ء

(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

اور

نقباء و امراء ریفریشر کورس

6 تا 8 مئی 2011ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار ظہر)

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

زیادہ سے زیادہ رفقاء اور نقباء و امراء ان کورسز میں شامل ہوں،
موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: محمد رشید عمر 0300-6690953

المعلن: **مرکزی شعبہ تربیت** (042)36316638-36366638 0333-4311226

بقیہ: فضائلِ خلفائے راشدین

قرب نبی حاصل ہے وہ اتنا ہی افضل ہے۔ اس ضمن میں حضرت علی ؓ کو جو قرابت نسبی رسول اکرم ﷺ سے حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں۔ لیکن ابوبکر صدیق ؓ اور عمر فاروق ؓ زندگی کے قید و بند سے آزاد ہوتے ہی رسول اکرم ﷺ کی اُس زلفِ قرب کے اسیر ہو گئے، جو کسی کو میسر نہیں۔ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے جو اسلام کا درخت لگایا اس کو ابوبکر صدیق ؓ نے حیاتِ نو بخشی۔ عمرِ فاروق ؓ اُس پر بہارِ بے خزاں لائے۔ عثمان غنی ؓ اور علی ؓ شیرِ خدا نے اُس کو اپنے خون سے سینچا، یہ چاروں اصحاب فضیلت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے اور ان کو وہ مقام حاصل ہے جو دوسروں کے مقدر میں نہیں۔ ان اصحاب اربعہ کی شان میں مولانا ظفر علی خان مرحوم نے کیا خوب کہا ؎

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی، ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ
ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبیؐ، کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

Rizwan Asghar

IMPOSING "CULTURE"

The liberal and secular values of Europe are deeply rooted in its long history and socio-political culture and cannot easily be rooted out. But, over the past few months, a very interesting situation has unfolded in France, where the mainstream political parties have propagandised that their secular values are undermined by a handful of Muslim women wearing full-faced veils. If around 2000 full-veil wearers can jeopardize the culture of 62.3 million French people, there must be something seriously wrong with the centuries-long evolution of French culture and values.

Starting April 11, it has become illegal in France for a woman to wear the burqa in public places. Women found violating the law will be fined 150 Euros each and asked to take "citizenship classes" to familiarize themselves with the republican values of secular France.

In essence, this ban is immoral, illegal and an infringement of people's liberty. Immigration historian Patrick Weil has said that the law could be challenged in the European Court of Human Rights.

Prejudice against Muslims was already evident in all European countries but through this law France has institutionalized this scourge of discrimination. In addition to banning face-covering veils in public places, the French government has scheduled a national debate on religion and secularism, which is being considered "a political scam" that will focus unfairly on Islam. The debate may raise sensitive topics such as the provision of Halal menus in school cafeterias, spilling of crowds into the streets during Friday prayers, and public funding for the construction of Muslim places of worship.

French Prime Minister Fillon has distanced himself from Sarkozy's adventure saying that the debate may risk stigmatizing Muslims.

By Elysee Palace logic, the law banning the burqa has been made to liberate women from subjugation and enhance their power in society. But here the point is missed that liberty and strength come through maturity of mind and not by wearing western clothes or keeping one's face unveiled in public. Liberty does not merely mean that women are free to walk around half-naked or wear tight jeans. Rather, if a woman wants to cover her face, she is totally free by the same criterion of liberty. If the French government is really interested in enabling Muslim women to stand on their own feet and make their own choices, this purpose will not be achieved by imposing its own choices on them.

But on this issue, there is more than meets the eye. President Nicolas Sarkozy's centre-right government's obsession with the burqa is, in fact, a camouflage to gain political mileage in the 2012 presidential elections against the far-right party. After having failed to address key issues concerning public welfare, President Sarkozy is trying to attract attention by employing such gimmicks.

Today Nicholas Sarkozy is the most unpopular amongst the presidential figures of the fifth republic. According to a recent opinion poll, 97% of the French people consider jobs the biggest issue, not a tiny majority of face-covering women. The only reason behind the ban is Sarkozy's desperation to secure the far-right electorate in the elections. President Sarkozy has also adopted a strong stand against Muammar Gaddafi in the hope that his extreme steps will positively affect his popularity.